گریہ وماتم
کا تحقیقی جائزہ
ڈاکٹر و حکیم مبارک علی جعفری
احیاءِ طبِ اسلامی پاکستان
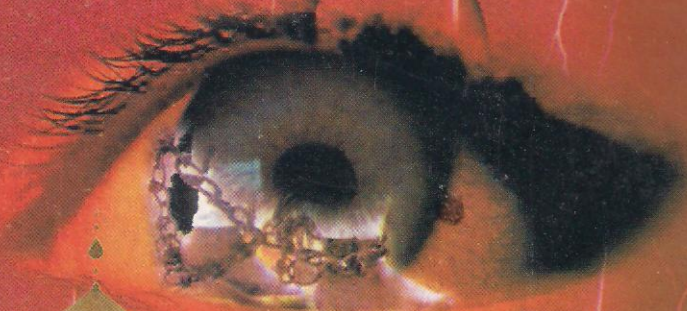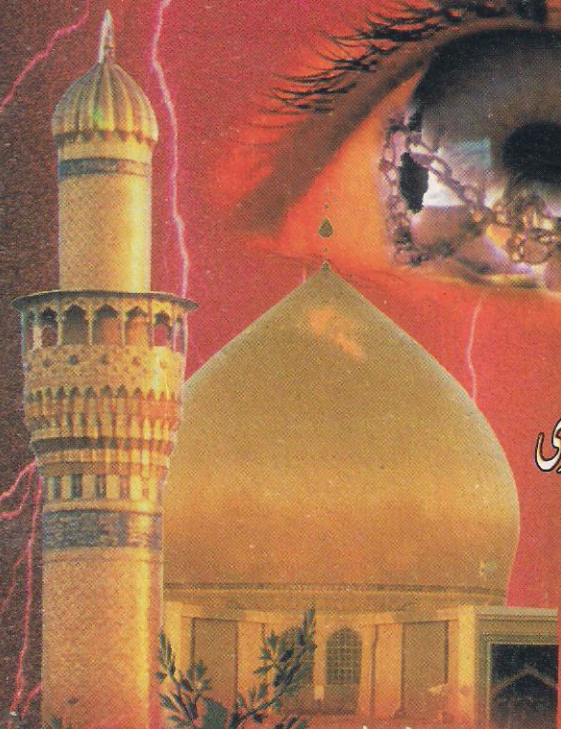
فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا

پس تمہیں چاہیئے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ

سورۃ توبہ آیت ۸۲

گریہ و ماتم کا تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: گریہ وماتم کا تحقیقی جائزہ

ازقلم: ڈاکٹر وحکیم مبارک علی جعفری

نظر ثانی: ارشاد علی بلوچ

ناشر: احیاء طب اسلامی پاکستان

تاریخ اشاعت: جنوری ۲۰۱۰ء

کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد فرحان، غوثیہ کمپیوٹر
گاڑی کھاتہ، قاضی عبدالقیوم روڈ، حیدرآباد

قیمت: -/70 روپے

ملنے کا پتہ
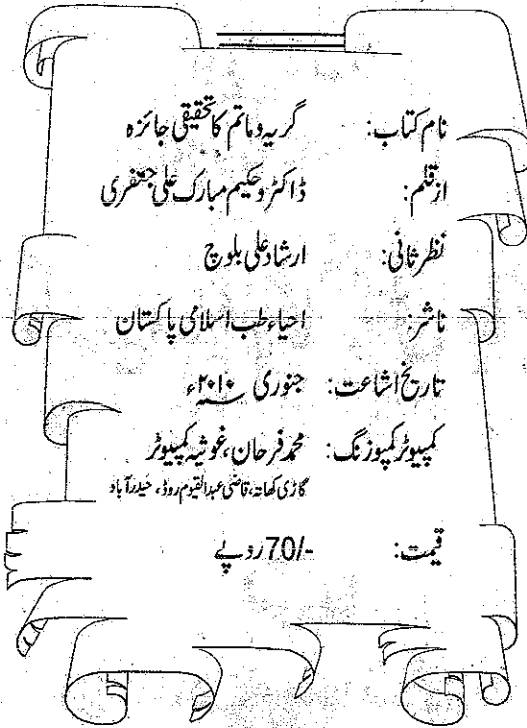
امامیہ سیلز پوائنٹ قدم گاہ مولا علیؑ حیدرآباد
Ph: 0333-2622692

فہرست

انتساب

ان عظیم عورتوں کے نام جنہوں نے
شہدائے اسلام پر گریہ و ماتم کیا اور
رسول خداؐ نے ان کیلئے یہ دعا فرمائی:

"الٰہی! ان عورتوں سے،
ان کی اولاد سے اور
اسکی اولاد سے راضی ہو جا"۔

احقر
مبارک علی جعفری

فطرتی جذبہ

انسانی جذبات دو قسم کے ہیں

☆ جذبہ خوشی ☆ جذبہ غم

دونوں فطری جذبے ہیں اور ایک دوسرے کا بدل ہیں جیسا کہ رات نہ ہوتی تو دن کی قدر نہ ہوتی مصیبت نہ ہوتی تو راحت کا احساس نہ ہوتا اندھیرا نہ ہوتا تو روشنی کی قدر و قیمت معلوم نہ ہوتی، بیماری نہ ہوتی تو صحت جیسی نعمت کا پتہ نہ چلتا، غم نہ ہوتا تو خوشی کی حقیقت نہ معلوم ہوتی۔

خوشی وغمی یہ زندگی کے دو مختلف رنگ ہیں جس سے ہر انسان کو گزرنا پڑتا ہے وہ غریب ہو یا امیر، ڈاکٹر ہو یا انجینئر، تاجر ہو یا ملازم جاہل ہو یا عالم بہر حال غمی وخوشی کا اظہار کرنا فطرتی تقاضہ ہے جس میں یہ حس موجود نہ ہو وہ انسان نہیں کچھ اور ہو سکتا ہے۔

خوشی کے موقعہ پر نیا لباس پہن کر چہرہ ہشاش بشاش بنا کر گلے ملتے ہیں اور غمی کے موقعہ پر ایک دوسرے سے غمی کا اظہار ماتمی لباس پہن کر چہرے کو غمگین بنا کر کرتے ہیں یہی عین فطرت کا جذبہ ہے۔

غم کے تین درجات ہیں۔

گریہ یعنی رونا۔ یہ غم کا ابتدائی درجہ ہے

بُکا یعنی نوحہ۔ یہ غم کا دوسرا درجہ ہے۔

ماتم۔ یہ غم کا تیسرا درجہ ہے۔

انشاء اللہ انہی عنوانات پر قرآنی آیات، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور

عقلی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیں گے۔

گریہ و ماتم اگر انسانی صحت کیلئے نقصاندہ ہے اور معاشرے میں انفرادی و اجتماعی ظلم و ستم اور معاشرتی برائیوں کو جنم دیتا ہے تو پھر بیشک یہ فعل انجام نہیں دینا چاہئے اور اس کی روک تھام کیلئے سخت اقدام کرنا چاہیئے، اگر یہی گریہ و ماتم انسانی صحت کیلئے مفید ہے اور معاسرے میں انفرادی و اجتماعی ظلم و ستم اور معاسرتی برائیوں کا خاتمہ کرتا ہے تو یہ فعل انجام دینا چاہئے اور اس کی ترویج کیلئے احسن اقدام کرنے چاہیئے۔

آیئے ہم گریہ و ماتم کا منفی اور مثبت پہلوؤں سے تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔ یاد رکھیں دنیا میں دو قانون کارفرما ہیں۔

اول۔ جو مان لیا ہے اسی کو ثابت کریں گے۔

دوسرا۔ جو ثابت ہوگا اس کو مان لیں گے۔

پہلے کا نام تعصب ہے اور دوسرے کا نام تحقیق ہے۔

جتنا علم کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی خیالات میں تغیر و ترقی ہوتی ہے جتنے مختلف علوم اور متضاد پر عبور ہوتا ہے اسی قدر تعصب کافور ہوتا ہے جس قدر مثبت اور منفی کے مضامین نظر سے گزرتے ہیں محاکمہ کی قوت بڑھتی ہے جس قدر مطالعہ کی کثرت ہوتی ہے آزادئ رائے مین وسعت ہوتی ہے۔

جس قدر بحث و مباحثہ کو دیکھا اور سنا جائے اس قدر صحیح فیصلے کے قریب پہنچا جا سکتا ہے، ہر اگلے قدم میں پچھلے قدم کی غلطی معلوم ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے ہر متلاشی کو منزل مقصود پر پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ خود ایک فریق نہ ہو۔ جو کھٹکھٹائے گا اس کیلئے دروازہ کھولا جائے گا۔ اور جو مخلصانہ تلاش کریگا گوہر مراد پائیگا ہر ہتھیار رگڑ کھا کر تیز ہوتا اور پتھر چرخ کھا کر شفاف۔ آدمی مدتوں میں انسان بنتا ہے اور عالم عرصہ دراز میں

صاحب عرفان بنا ہے، دین سے بے پروا افراد آبائی تقلید کے چکر میں رہتے ہیں اور دنیا کو مسافر خانہ جاننے والے خاندانی عقائد کو تحقیق کی کسوٹی پر کستے ہیں۔

افسوس احمق کا خیال بلا تحقیق جما رہتا ہے اور عاقل کا خیال تحقیق کے ساتھ جگہ بدلتا رہتا ہے یہی سبب ہے کہ علماء کی بعض تصانیف میں متضاد مضامین پائے جا تے ہیں لیکن اگر انسان نہ اپنے خلاف سننا چاہئے نہ دیکھنا تو لذتِ تحقیق سے محروم رہے گا اور حق سے نا آشنا رہے گا اسی کا نام تعصب ہے اس کا نام اندھی تقلید ہے۔

کیا آبائی تقلید درست ہے؟

اگر بزرگوں کی تقلید ہی میں حق محصور ہے تو تمام انبیاء پر انکے زمانہ میں ایمان لانے والے سب سے زیادہ غلط کار اور آبائی تقلید سے انحراف کے مجرم اور سزاوار ہوں گے حالانکہ انہیں ہم انصار اللہ حواریان کرام صحابہ عظام اور اوائل والے مومن کہتے ہیں اور اگر یہ دلیل صحیح ہو تو دوسرا یہ غلط پہلو صحیح تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام کفار بھی برسرِ حق ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے بزرگوں کی لکیر کے فقیر ہیں حقیقت یہ ہے کہ غلط راستے یا غلط فکر کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر آنا اور چھکڑا ترک کر کے موٹر دوڑانا کہیں اور کسی معنی میں بھی غلط نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اللہ اور رسول خداؐ سے واسطہ ہے جو کچھ انکے ارشادات سے ثابت ہوا اسے مان لیا اور عمل کیا آبائی تقلید کو حق وصدق ترجیح دینے والوں کی نسبت خدائے کریم کا ارشاد ہے۔

”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کلام خدا اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں جس طریقے پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہمیں کافی ہے اور چاہے ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں“۔ ( )

افسوس کل جو جواب کافر دیتے تھے آج وہی جواب مسلمان دیتے ہیں حق یہ ہے کہ آبائی غلطی جتا کر سیدھا راستہ بتانے والا ایک طرح انبیائے ماسلف کی نیابت کی جھلک لئے ہوئے ہے اور دوسری طرف قرآن کے خلاف آبائی غلطی پر اڑنے والے کفار کی قائم مقامی کا رپر تو لئے ہوئے ہیں۔ جاگو تعصب سے بھاگو اور تحقیق کے سائے میں آؤ۔

آیئے ہم تحقیقی نقطہ نگاہ سے روزمرہ زندگی کا جائزہ لیتے ہیں کہ گریہ ماتم کن لوگوں کیلئے نقصاندہ ہے؟

ہمارے معاشرے میں مختلف خیالات رکھنے والے لوگ رہتے ہیں۔ اچھے خیالات رکھنے والے لوگ اچھے افعال انجام دیتے ہیں اور برے خیالات رکھنے والے لوگ برے افعال انجام دیتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ برے لوگوں کی خواہشات کی راہ میں جو اصول رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں تو یہ لوگ ان اصولوں کے خاتمے کیلئے تحریک چلاتے ہیں تاکہ انکی دلی خواہشات پوری ہو سکیں۔

ظالم وڈیرے چوہدری کیا چاہتے ہیں؟

ایک گاؤں میں ایک بڑا سرمایہ دار چوہدری (وڈیرا) رہتا تھا جس کے ہزاروں نوکر چاکر تھے نوکر آقا (چوہدری) کے کہنے پر لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ چوہدری کے محل کے سامنے سے ایک بچہ گزر رہا تھا جو ایک سونے کی انگشتری پہنے ہوئے تھا چوہدری نے اپنے محل کی کھڑکی سے دیکھا اور اپنے ملازم کو حکم دیا کہ جاؤ اس بچے کے ہاتھ سے انگشتری چھین کر لے آؤ۔ نوکر گیا بچے کے منہ پر ایک زور سے طمانچہ مارا اور انگشتری چھین لی اور دھتکار کر وہاں سے بھگا دیا وہ بچہ ایک چوراہے پر جا کر کھڑا ہو گیا وہ بچہ نہ رویا نہ چلایا نہ ہی رونے کی شکل بنائی ہزاروں لوگ ادھر سے ادھر گزر گئے۔ کوئی بھی بچہ کی طرف متوجہ نہ ہوا تھوڑی دیر بعد وہ بچہ گھر چلا گیا اس نے اپنا سارا واقعہ اپنے والدین کو سنایا مگر والدین کے ذہن میں مولوی صاحب کی یہ بات تھی کہ بڑے آدمی کو برا کہنا گناہ ہے لہٰذا چوہدری کو برا کہنا بھی گناہ ہے اور مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ "ان اللہ مع الصابرین" اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اگر ہم نے صبر کر لیا تو اللہ ہمارے ساتھ ہو گا یعنی اسکی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہوں گی لہٰذا صبر کر لینا بہتر ہے۔

پھر چند روز کے بعد ایک یتیم بچہ اس کے محل کے سامنے سے گزرا اس کے ہاتھ میں ماسٹر صاحب کی فیس کے دو سو روپے تھے چوہدری نے کہا جاؤ اس بچے کے ہاتھ سے پیسے چھین کر لے آؤ۔ ملازم گیا اور اس کے منہ پر تھپڑ رسید کیا کان لہولہان کر دیا اور دو سو روپے چھین لئے اور وہاں سے بھگا دیا اور وہ بچہ کان پر ہاتھ رکھتے ہوئے روتا ہوا اسی چوراہے پر کھڑا ہو کر روتا رہا، ہائے امی میں مر گیا، ہائے امی میں مر گیا اس کے رونے کی

آواز سن کر چلتے ہوئے راہ گیر لوگ رک گئے اور بچے سے پیار سے پوچھنے لگے اے بیٹا۔۔۔ تجھے کیا ہوا ہے تجھے کس نے مارا ہے؟ کیا راستہ بھول گیا ہے؟ چند ایک لوگوں نے بچے کو پیار کیا اور کسی نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا بیٹا بتاؤ تو سہی کیا ہوا ہے؟ جب بچے کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ میرے ہمدرد ہیں تو بچہ روتے ہوئے کہنے لگا میں ماسٹر صاحب کی فیس لیکر چوہدری کے محل کے سامنے سے گزر رہا تھا تو چوہدری کے ملازم نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور میرے دو سو روپے چھین لئے لوگوں نے کہا کہ چوہدری کے ملازم کتنے ظالم ہیں کہ بچے کو اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ لہولہان کر دیا۔

بچے کی یہ داستان سن کر کچھ افراد چوہدری کے پاس گئے اور تکرار کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے ملازم نے اس غریب بچے سے رقم بھی چھین لی ہے اور اس قدر مارا ہے کہ اس کے کان سے خون بہہ رہا ہے۔ چوہدری نے ان کی ایک بھی نہ سنی اور انہیں اپنے محل سے دھتکارتے ہوئے نکال دیا۔ چوہدری کیلئے جو عزت تھی وہ اب نفرت میں بدل گئی اور ان لوگوں نے اپنے گاؤں میں چوہدری کے ظالمانہ رویے کا اس قدر چرچہ کیا کہ پورا گاؤں اس سے نفرت کا اظہار کرنے لگا۔

جب چوہدری کو پتا چلا کہ چوراہے پر بچے کی گریہ وزاری کرنے سے لوگوں میں میرے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی ہے ایک شخص غلام حسین میرے مظالم اور برائیوں کو تحریروں اور تقریروں کے ذریعے لوگوں میں عام کر رہا ہے تو اس نے اس کو بھی جان سے مار دیا تاکہ اس کے مخالفوں کو عبرت حاصل ہو سکے چونکہ چوہدری خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی گریہ وزاری میں قوت جاذبیت ہے جس کی وجہ سے چلتے ہوئے لوگ بھی رک جاتے ہیں اور مظلوم کی داستان سن کر ظالم کے ظلم کے خلاف اظہار نفرت کرتے ہیں۔

گریہ وزاری۔۔۔ احساس انسانیت کو ابھارتا ہے۔

گریہ وزاری۔۔۔ مظلومیت کو ظاہر کرتا ہے اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔
گریہ وزاری۔۔۔ ظالم سے نفرت اور مظلوم سے محبت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔
گریہ وزاری کی آواز سے اجتماعی قوت پیدا ہوتی ہے اور ظالم کے خلاف جمود وسکوت کو توڑ کر انسانون میں تحریک پیدا کرتی ہے۔
گریہ وزاری۔۔۔ مظلوموں کے حامیوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے اور ظالم لوگوں کے کارکنوں اور حامیوں میں کمی کا سبب بنتا ہے۔
جب چوہدری کو یہ معلوم ہوا کہ گریہ وزاری اس کے مفادات کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے اور اس کے مظالم کو عیاں کر رہا ہے اور اس کی خودساختہ عزت کو نقصان پہنچ رہا ہے تو چوہدری صاحب نے حکم جاری ہکر دیا کہ آج سے ہمارے علاقے میں گریہ وماتم بند کر دیا جائے جو بھی گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا گیا اسے سخت سزا دی جائے گی۔۔
برادرمن! جذباتی کیفیت سے ہٹ کر تعصب کی عینک اتار کر ٹھنڈے دل سے غوروفکر کریں گے تو یہ حقیقت عیاں ہوجائے گی کہ چوہدری کے مظالم کو مردوزن کے گریہ وزاری اور نوحے کی درد بھری آواز نے عیاں کیا۔اور چوہدری کے ظالمانہ فعل سے نفرت کرنے لگے آخرکار چوہدری نے اپنے مظالم کو چھپانے کیلئے گریہ وزاری پر پابندی لگادی۔تاکہ ظالم کے عیب ظاہر نہ ہوں اور عوام اس کے خلاف اظہار نفرت کرتے ہوئے قیام نہ کریں۔

اگر آپ کا دل و دماغ گریہ وزاری نوحے کے ذریعے سے ظالم کے ظلم اور برائیوں کو عیاں کر کے مظلوموں کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ یقین کرلیں کہ اجتماعی جلسے جلوس اور گریہ وزاری، ظلم کے خلاف احتجاج ہیں یہ احتجاج اس وقت تک جاری رہنے چاہییں جب تک ظالم سے مظلوم کا حق بازیاب نہ کرالیا جائے۔ اور ظالم اپنے کیفر کردار کو نہ پہنچ جائے گریہ وزاری دراصل ظالموں سے نفرت کا اظہار اور ان کے خلاف رائے عامہ ہموار کر کے ظالم کے مقابل صف آراء کرنے کا نام ہے، مظلوم کا ساتھ دینا، مظلوموں کے ساتھ حقیقی ہمدردی کا ثبوت ہے۔

حرکاتِ رذیلہ رکھنے والے لوگ کیا چاہتے ہیں؟

ہمارے معاشرے میں مادی خواہشات کو پورا کرنے کے ہزاروں، لاکھوں واقعات ہوتے رہتے ہیں جیسے یہاں چند ایک واقعات بیان کرتا ہوں تاکہ آپ ان واقعات سے گریہ وزاری کے بند کرنے کے اسباب سمجھ سکیں۔

ایک نوجوان اپنی مادی خواہش کو پورا کرنے کیلئے ایک رات کو دیوار پھلانگ کر کسی گھر میں داخل ہو گیا اور وہاں سوئی ہوئی لڑکی کو پکڑا لڑکی چیخنے چلانے اور رونے پیٹنے لگی، لڑکا اسکے رونے پیٹنے اور چیخنے چلانے سے خوف زدہ ہو گیا اور بھاگ نکلا۔ اس لڑکے نے سوچا اس لڑکی کے رونے پیٹنے اور چلانے سے میری خواہش پوری نہ ہو سکی۔

اس نوجوان لڑکے کا ایک دوست بادشاہ تھا وہ بھی رذیلہ خیالات کا مالک تھا ایک دن بادشاہ سلامت نے اپنے ملازموں کو حکم دیا اس کسان کی خوبصورت لڑکی کو اٹھا کر محل میں لایا جائے اس کے ملازمین بادشاہ سلامت کے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے کسان کے گھر پر پہنچے لڑکی کو اٹھانے لگے تو لڑکی رونے پیٹنے اور چلانے لگی، گھر اور گاؤں کے لوگ جاگ اٹھے اور بادشاہ سلامت کے ملازمین پکڑے گئے اور انہیں خوب مارا پیٹا گیا، ملازمین نے کہا ہمارا کیا قصور ہے؟ ہمیں تو بادشاہ سلامت نے بھیجا ہے۔ اس واقعہ کے بعد گاؤں میں بادشاہ سلامت کے خلاف کافی نفرت پھیل گئی اور لوگ بادشاہ سلامت کے خلاف ہو گئے بادشاہ سلامت نے ایک اجلاس بلوایا جس میں تمام جرائم پیشہ افراد کو مدعو کیا اور بادشاہ سلامت نے کہا کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ ہم عوام الناس پر جتنا بھی معاشی، سیاسی، سماجی جنسی ظلم وستم کریں عوام ہمارے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائیں بلکہ ہمارے ہر فیصلہ کو قبول

کریں۔
ہر شخص نے مختلف رائے دی مگر ابو راہب نے کہا میں آپ کو چار نکاتی فارمولا پیش کرتا ہوں آپ عوام الناس کو اس پر عمل پیرا کروائیں اس کے بعد جو چاہیں ظلم و ستم کریں عوام آپ کے خلاف نہیں اٹھے گی۔
بادشاہ نے کہا وہ کون سا فارمولا ہے؟
اول۔ رونا پیٹنا، چلانا رونے کی شکل بنانا حرام قرار دے دیا جائے۔
دوئم۔ برے کو برا کہنا گناہ تصور کیا جائے۔
سوئم۔ انا اللہ مع الصابرین "اس آیت کی اسطرح تفسیر کی جائے کہ حاکم وقت (بادشاہ) کسی قسم کا معاشی، سیاسی، سماجی، ظلم و ستم کرے اس پر صبر کرنے ہی سے خدا تمہارے ساتھ ہو جائے گا بادشاہ کے خلاف آواز نہ کرنا اور نہ ہی قیام کرنا بلکہ صبر اختیار کرنا چاہیئے۔ بادشاہ کی اطاعت میں یہ قرآنی آیت پیش کریں کہ "اطاعت کرو اللہ کی اور رسول اللہ ٹ ف کی اور صاحب حکومت کی "عوام الناس کو معلوم نہیں ہے کہ قرآن الحکیم نے برے حاکم کے بارے میں کیا کہا ہے جبکہ قرآن حکیم میں سورۃ مائدہ آیت نمبر ۴۵ میں خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے۔

"جو حکومت کرتا ہوا نظر آئے اس کی حکومت قرآن کے
مطابق نہ ہو وہ ظالم وکافر اور فاسق ہے"

ان بادشاہوں کی حکومتیں ان کی خواہشات اور خوس ساختہ قوانین کے مطابق ہوا کرتی ہیں نا کہ احکام قرآن کے مطابق۔
چہارم: اچھائی اور برائی اللہ کی جانب سے ہے۔ (یاد رکھیں! اچھائی خدا کی جانب سے اور برائی شیطان کی جانب سے یا انسان کی غلط سوچ اور غلط فکر کی وجہ سے غلطیاں سرزد ہوا

کرتی ہیں۔)

ابوراہب نے کہا مندرجہ بالا چار نکات کی چھ ماہ تک تبلیغ کی جائے اس کے بعد آپ اس کا نتیجہ دیکھ لیں ۔ بادشاہ سلامت نے تمام علماء درباریوں اور معزز حضرات کو بلوایا اوران کو چار نکاتی فارمولے کی تبلیغ کی ہدایت فرمائی۔

درباری علماء کرام وذاکرین حضرات نے چھ ماہ دن رات تبلیغ کی اور بادشاہ سلامت کے دستر خوان کی خوب روٹیاں توڑی ، چھ ماہ بعد ابوراہب نے کہا اب جاؤ ۔۔۔تمہارا جو جی چاہے کرو اب نہ ہی عوام تمہارے خلاف آواز بلند کرے گی اور نہ ہی آپ کے خلاف اٹھے گی۔

بادشاہ سلامت نے اپنے دوست سے کہا جاؤ اور دیکھو یہ فارمولا کہاں تک درست ہے ۔ بادشاہ سلامت کا وہی دوست اس جوان لڑکی سے اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے گھر پہنچا اور عزت لوٹی اس مرتبہ لڑکی نے کوئی مداخلت نہیں کی بادشاہ کے دوست نے پوچھا یہ تو بتاؤ گذشتہ سال میں آیا تھا تو تم رونے پیٹنے اور چلانے لگی تھیں آج تم نہ روئی نہ پیٹی اور نہ چلائی آخر اس کی کیا وجہ ہے نوجوان لڑکی نے کہا میرے استاد مولانا صاحب نے فرمایا ہے رونا، پیٹنا اور چلانا حرام ہے، لہٰذا میں یہ فعل کیوں انجام دوں ، اتنی گفتگو کے بعد گھر چلا گیا اور سوچنے لگا واقعی یہ فارمولے کی پہلی شق کامیاب ہوئی اب دوسری شق کو دیکھتے ہیں۔

جب دوسرا دن ہوا میں پھر اسی لڑکی کے پاس گیا اور اپنی خواہش پوری کی اور اس لڑکی سے پوچھا یہ تو بتاؤ تم نے کسی کو تو نہیں کہا اس لڑکی نے کہا تم نے میری عزت لوٹی ہے تم برے ہوئے اور چونکہ برے کو برا کہنا گناہ ہے تو میں یہ گناہ کیوں کروں ۔تم نے عزت لوٹی میں نے صبر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، پھر تمہارا ابھی اس میں کیا

قصور ہے اچھائی برائی تو اللہ ہی کی جانب سے ہے اس گفتگو کے بعد میں رخصت ہوا اور سوچنے لگا ابوراہیب کا یہ فارمولا ہماری رذیلہ خواہش کو پورا کرنے میں بے حد مفید ثابت ہوا ہے اب تو میں تمام اہل خانہ کی عزت لوٹتا رہتا ہون اور وہ سب گھر والے میری عزت کرتے ہیں ۔ کیونکہ وہ میری برائی کو ایک دوسرے سے ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان کے ذہن میں مولوی صاحب نے یہ بات ڈال دی ہے کہ برے کو برا کہنا گناہ ہے برے لوگوں مثلاً: چور، ڈاکو، قاتل، غاصب، ظالم وفاسد حاکم وغیرہ کے برے فعل کو برا کہنا گناہ ہے پھڑ ان کے خلاف گواہی کون دے گا؟

بادشاہ کے دوست نے بادشاہ سے کہا واقعی ابو راہب کا چار نکاتی فارمولا بے حد کامیاب ثابت ہوا ہے، بادشاہ سلامت نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ کسان کی لڑکی کو اٹھا کر دربار میں حاضر کیا جائے۔ آدھی رات کو بادشاہ کے ملازمین کسان کے گھر گئے لڑکی آرام کر رہی تھی لڑکی کو اٹھایا اور بادشاہ کے دربار میں حاضر کر دیا۔ اس مرتبہ لڑکی نہ روئی نہ چلائی نہ ہی پیٹی ۔ بادشاہ سلامت نے لڑکی سے پوچھا کہ تم کو گزشتہ سال میرے ملازمین اٹھانے کیلئے آئے تھے تو تم نے رونا، پیٹنا اور چلانا شروع کر دیا تھا اب کے تم نے یہ فعل انجام کیوں نہیں دیا؟؟ کسان کی لڑکی نے کہا بادشاہ سلامت مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ رونا، پیٹنا، اور چلانا حرام ہے لہٰذا میں یہ حرام فعل کیوں انجام دیتی بادشاہ سلامت لڑکی کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔

بادشاہ سلامت لڑکی کو اپنے محل میں لے گیا اور رات بھر اپنی خواہش پوری کی، صبح کو بادشاہ سلامت نے اسے اعلیٰ لباس اور اشرفیاں دی کر رخصت کیا۔ جب کسان کی لڑکی گھر پہنچی تو باپ نے پوچھا بیٹی رات بھر کہاں غائب رہی؟ بیٹی نے جواب دیا ابا جان بادشاہ سلامت نے یاد کیا تھا اور مجھے یہ اعلیٰ لباس اور اشرفیاں دیں ہیں۔ اس کا باپ بادشاہ کے حق میں

دعائیں دینے لگا خداوند کریم بادشاہ سلامت کی عمر دراز کرے، اور اس کی حکومت کو دائم بخشے جو ہم غریبوں کا خیال رکھتا ہے۔

اسی طرح بادشاہ سلامت کی حکومت کے خلاف جو بھی اٹھتا ہے اسے پکڑ کر خوب اذیتیں دی جاتی ہیں۔اب عوام ان کے خلاف آواز بلند نہیں کرتی کیونکہ بادشاہ کے برے فعل کو برا کہنا گناہ ہے۔بادشاہ سلامت اس چار نکاتی فارمولے سے بے حد خوش ہوا اور ابو راہیب کو بلوا کر خوب انعامات سے نوازا دانشمند اور مظلوم طبقہ، بادشاہ کے اس چار نکاتی فارمولے سے قطعی متفق نہ تھا۔کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بادشاہ نے اپنے مفاد کیلئے غلط تفسیر کر کے عوام کو گمراہ کیا ہے یہ قانون غیر فطری، غیر عقلی ہے۔جسے بادشان نے اپنی حکومت کے استحکام اور عیاشی کیلئے رائج کیا ہے۔

اس لئے ارشاد خداوندی ہے کہ گنہگار اور فاسق کی اطاعت نہ کرو۔

(سورۃ دھر آیت نمبر ۲۴)

ارشاد امام حسینؑ ہے کہ:

مجھے اپنی جان کی قسم امام وہ ہے جو کتاب خدا کے مطابق حکومت کرے اور لوگوں کے ساتھ عدالت کرے اور دین کا پابند ہو۔(کتاب ارشاد)

فاسق، ظالم اور غیر عادل حکومتیں چاہتی ہیں کہ گریہ زاری اور جلسے جلوس بند کر دیئے جائیں تا کہ ان کے مظالم اور غلط پالیسیاں عیاں نہ ہوں۔

ضمیر کا فیصلہ

اگر گریہ وزاری حرام ہو جاے اور اس پر ہر مرد وزن عمل پیرا ہو جائے تو دیکھتے ہیں کہ معاشرے کا کیا حال ہوگا اور معاشرہ کس رخ کی جانب جائے گا۔ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

ایک مرد کار چلا رہا ہے ایک مقام پر ایک لڑکی کو دیکھا اس مرد نے کار روکی اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کار میں بٹھالیا لڑکی نہ روتی ہے نہ چلاتی ہے نہ ہی پیٹتی ہے اور آرام سے کار میں بیٹھ جاتی ہے۔ اب اس کی مرضی جہاں لے جائے اور اپنی خواہش کو پورا کر کے چھوڑ دے یا کسی کے ہاتھ فروخت کر دے۔ تو پھر ہر برا شخص کسی کی ماں، بہن بیٹی کو اٹھا کر لے جائے گا اور اپنی خواہش پوری کر کے چھوڑ دے گا، اور پھر اسی طرح یہ معاشرہ ایک فاسد معاشرہ بن جائے گا۔ اگر رونا پیٹنا اور چلانا جائزہ ہوگا تو پھر کسی کی مجال نہیں کہ وہ کسی ماں، بہن، بیٹی کو اٹھالے اور اس کی عزت سے کھیلے، چونکہ اگر کوئی برا مرد کسی عورت کو پکڑے گا تو وہ عورت رونا، پیٹنا اور چلانا شروع کر دے گی اس طرح وہ اپنی عزت کی حفاظت کرے گی اور ظالم اور برے شخص کو پکڑ کر سزا دی جا سکتی ہے تا کہ کسی مرد کی آئندہ یہ جرأت نہ ہو سکے کہ وہ خواتین کی یوں عزت لوٹتا پھرے اور اغوا کر کے فروخت کر دے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ گریہ وزاری فاسد معاشرے کی تشکیل کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ کیا اب آپ فاسد معاشرے کی تشکیل چاہتے ہیں یا صالح معاشرے کی؟ یہ فیصلہ آپ کے اپنے ضمیر کا ہے جو آپ کے کلام اور عمل سے ظاہر ہوگا۔

کیا گریہ وزاری فطرتِ انسانی کے مطابق ہے؟

ایک نظریے کے لوگ زندہ جاوید پر گریہ وزاری کو حرام قرار دیتے ہیں دوسری نظریئے کے لوگ جائز قرار دیتے ہیں۔ گریہ وزاری فطرت انسانی کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر یہ فعل جو ایک دن کے بچے سے لیکر زندگی کے آخری لمحات تک کے لوگ انجام دیتے ہوئے نظر آئیں تو یہ فعل انسانی فطرت کہلائے گا۔ گریہ وزاری فطرت کو وہ فعل ہے جو تمام بنی نوع انسان کے خمیر میں شامل ہے اور دنیا کے کسی بھی فرد کے اختلاف سے اس میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوسکتا۔

اس فطری عمل سے اختلاف کرنے والے لوگ بذاتِ خود اور ان کے بچے اس فعل کو انجام دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔۔۔۔۔تو آیئے ہم جائزہ لیتے ہیں۔

''گریہ وزاری'' انسانی احساسات کا ترجمان ہوتا ہے۔ گریہ وزاریکے مختلف اسباب و علل اور محرکات ہوسکتے ہیں۔

انسان کو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر رنج ومصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن رنج ومصیبت سے متاثر ہونے کی صورت میں قدرتی طور پر گریہ وزاری کرتا ہے۔

گریہ وزاری ایک فطرتی اور غیر ارادی عمل ہے۔

گریہ وزاری کی دو اقسام ہیں۔

اول انفرادی گریہ وزاری

دوئم اجتماعی گریہ وزاری

انفرادی گریہ وزاری

گریہ طفولیت، گریہ جدائی، گریہ ظلم وستم کو دیکھ کر گریہ خبر حزن، گریہ محبت، گریہ ندامت مقصد سے وابستگی کا حامل گریہ۔

گریہ طفولیت بچہ کو اپنی تکلیف کا اظہار کرنا یا کسی چیز کو طلب کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ گریہ وزاری کرتا ہے۔

بچہ مظلوم کا ساتھ دیتا ہے

جب والد اپنے چھوٹے بچے کے سامنے اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھاتا ہے اور بیوی روتی ہے تو بچہ پہلے باپ کی طرف غصہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور سسکیاں لیتا ہے اور غمزدہ ہو جاتا ہے پھر رونا چلانا شروع کر دیتا ہے پھر باپ کا ہاتھ پکڑتا ہے اپنے دانتوں سے باپ کے ہاتھ کو کاٹتا ہے، جب باپ مارنا بند کر دیتا ہے تو بچہ ماں کے سینے سے لگ کر کہتا ہے امی ابو گندا ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ باپ کا بازو پکڑتا ہے تو وہ بھی ماں کے ساتھ ظلم کا نشانہ بن جاتا ہے اور بچہ سہم کر سسکیاں لیتا رہتا ہے اور اس کے ذہن میں باپ کے خلاف نفرت کا مادہ جنم لیتا رہتا ہے۔

اب ذرا سوچیں! کہ یہ بچہ کس یونیورسٹی سے پڑھ کر آیا ہے اس کو یہ تعلیم کس نے دی ہے کہ ظلم سے نفرت کریں اور مظلوم سے محبت کریں؟

بچے کی عادتیں وحرکتیں فطرت کے عین مطابق ہوا کرتی ہیں ان کی عادتوں اور حرکتوں پر غور وفکر کیا جائے تو معاشرے میں جو ظلم وستم روا رکھے ہوئے ہیں ان کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ والدین اپنے بچوں کی مثبت قوتوں کو پروان چڑھانے کیلئے بچوں کا ساتھ دیں جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کیا کہ بچہ ظالم سے نفرت کرتا ہے اور مظلوم سے محبت،

ظالم خواہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو اس کا ساتھ نہیں دیتا اگر مظلوم ماں ہے تو اس کا ساتھ دیتا ہے۔ چھوٹا سا تین چار سال کا بچہ ہمیں درس دیتا ہے کہ اگر باپ ماں پر ظلم و ستم کرے تو تم پہلے ظلم سے نفرت کرو اور وہ ظلم بند نہ کرے تو پھر رونا چلانا شروع کر دو اس کے بعد ظالم کے خلاف اپنی طاقت (دانت وغیرہ) کا استعمال کریں اور مظلوم سے اظہار ہمدردی، ظلم سے نفرت جیسے الفاظ بیان کر کے کریں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذہن میں ایسے مثبت سیل رکھ دیئے ہیں، جو ظالم سے نفرت اور مظلوم سے محبت کرتے ہیں۔ یہ سیل اس وقت حرکت میں آتے ہیں جب کوئی ظالم ظلم کر رہا ہو تو آنکھوں کے ذریعے سے منفی حرکت کی شعاع دماغ میں پہنچ کر دماغ کے مثبت سیل کو حرکت میں لاتی ہے یہ سیل گردوں کے ایڈرنیل (Adernal) غدودوں کو حرکت میں لانے سے برگردی (Adernalin) رطوبت خارج ہوتی ہے تو یہ رطوبت خون میں ملکر جسم میں ظلم کے خلاف اظہار و نفرت پیدا کر کے ظالم سے مقابلے کی قوت پیدا کرتی ہے۔

ظالم سے نفرت اور مظلوم سے محبت رکھنے والی قوتوں کو پروان چڑھنے کیلئے خداوند کریم نے نمازوں میں چونتیس مرتبہ سجدے میں ''سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ'' پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ یہ جملہ دماغ کے مثبت سیل جو بیمار، کمزور اور دبے ہوئے ہیں ان کو متحرک کر کے توانائی پیدا کرتا ہے۔

یاد رکھیں! سجدے میں ''سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ'' پڑھنے سے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اللہ سبسے طاقتور برتر و اعلی ہے (جو تمام صفات کا حامل ہے اور نقص و عیب سے پاک ہے) اس خیال سے اچھے اوصاف مثلاً عدالت، شجاعت، صداقت خود ساختہ خداؤں کی نفی کرنے والے خلیے جاگ اٹھتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ جب انسان سجدے میں جاتا

ہے سر میں خون کی گردش بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس وقت سر نیچے ہوتا ہے اور سر کو ضرورت کے مطابق تازہ خون میسر آ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دماغ کے مثبت خلیوں کو خون ملنے کی وجہ سے طاقتور ہو جانے سے ان میں شجاعت اور بے باکی پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ اپنے وقت کے ظالم حکمراں کے خلاف قیام کرنے کی جرأت پیدا کر لیتا ہے۔ اگر کوئی نمازی، بزدل اور ظالم سے ڈرتا ہو تو وہ اپنے سجدے پر نظر ثانی کرے کیونکہ سجدہ تو انسان کو دلیر بنا دیتا ہے۔

رونا درحقیقت اظہار نفرت کا ایک ذریعہ ہے اس لئے آنسو کو اشارے کی زبان بھی کہتے ہیں۔ اگر والدین بچے کی ان قوتوں کو پروان چڑھانے میں اس کی مدد کریں تاکہ بچہ بڑا ہو کر ظالم کے ظلم کے خلاف قیام کر کے معاشرے سے ظالموں کا خاتمہ کر دے پھر ظالم کی اتنی جرأت نہ ہو گی کہ وہ ظلم وستم کو روا رکھ سکے۔

جس طرح جناب فاطمہ زہرا علیھا السلام نے اپنی اولاد کی ایسی تربیت کی کہ انہوں نے ظلم کو ایک لمحے کیلئے برداشت نہیں کیا اور ظالم کے ظلم کے خلاف قیام کیا اور جام شہادت نوش فرمایا اور فاطمہ زہرا کے بیٹوں اور بیٹیوں نے ظلم کے خلاف قیام کیا اور بیباک تاریخی خطبہ دیکر ظالم کے ظلم کو عیاں کیا۔

گریہ جدائی

جب بچہ مادرِ رحم میں ہوتا ہے اس وقت ماں کی دل کی دھڑکن کو سنتا رہتا ہے اور اس سے مانوس ہو جاتا ہے پیدائش کے وقت نال کٹتے ہی بچہ کو ماں کی دل کی دھڑکن کی آواز سنائی نہیں دیتی تو وہ بے چین ہو جاتا ہے اور رونے لگتا ہے اور جب ماں بچہ کو دل کی جانب لٹاتی ہے تو وہ چپ ہو جاتا ہے لٰہذا معلوم ہوا بچہ جس سے مانوس ہو جاتا ہے اس کی جدائی میں روتا ہے یہ اس کا فطری عمل ہے۔

بچوں کو ماں کی جدائی میں گریہ وزاری کرنا

آپ مشاہدہ کریں کہ جب بچہ تین سال سے سات سال تک کا ہو جاتا ہے۔
اور جب ماں اس عمر کے بچے کو چھوڑ کر بازار جاتی ہے تو بچہ ساتھ جانے کی ضد کرتا ہے۔
ماں کہتی ہے۔ بیٹا تم گھر میں رہو۔۔ میں جلد آ جاؤں گی ماں بچہ کو ساتھ نہیں لے کر
جاتی تو بچہ گریہ وزاری کرنا شروع کر دیتا ہے۔
مولوی صاحب پوچھتے ہیں؟ بیٹا! تم کیوں چیخ کر گریہ وزاری کر رہے ہو۔۔ بیٹا
تمہاری ماں تو زندہ ہے اور زندہ جاوید پر گریہ وزاری کر رہے ہو۔ بیٹا تمہیں معلوم ہونا
چاہیئے کہ زندہ جاوید پر گریہ وزاری کرنا حرام ہے۔
بیٹا باپ کی بھی ایک نہیں سنتا وہ اور گریہ وزاری کرتا ہی چلا جاتا ہے۔۔ باپ کہتا ہے
بیٹا چپ ہو جاؤ یہ فعل حرام ہے کیوں حرام کام کر رہے ہو؟
باپ چلا کر کہتا ہے چپ ہو جاؤ۔۔ بچہ تو روئے چلا جا رہا ہے چپ ہونے کا نام نہیں لیتا
کیونکہ ماں سے محبت ہے اس کی جدائی میں گریہ وزاری کرنا اس کا فطری حق ہے۔
یاد رکھیں! دنیا کی کوئی طاقت بچوں کو گریہ وزاری سے روک نہیں سکتی۔۔۔ بچہ مر تو سکتا
ہے گریہ وزاری چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ بچہ فطرت الٰہی پر مجبور ہے۔
مولانا صاحب پہلے اپنے بچوں کو گریہ وزاری سے باز رکھیں پھر ہمیں کہتے ہوئے اچھے
لگیں گے اور پھر آپ کی بات میں بھی وزن ہوگا۔

بیٹی کی جدائی میں گریہ وزاری

آپ مشاہدہ کریں گے کہ شادی میں بیٹی کو رخصت کرتے وقت والدین لواحقین روتے ہوئے نظر آئیں گے۔

جناب والا! بیٹی گھر آباد کرنے جارہی ہے اور آپ گریہ وزاری کررہے ہیں اول تو بیٹی زندہ ہے اور آپ زندہ جاوید پر رور ہے ہیں۔ زندہ جاوید پر رونا حرام ہے آپ صبر کریں روتے کیوں ہیں ۔۔ ماں کہتی ہے بیٹی کی جدائی میں گریہ وزاری بیٹی سے محبت کی دلیل ہے جو گریہ وزاری نہیں کرتا اس کے دل میں احساس انسانیت اور جذبہ ہمدردی مردہ ہو چکی ہے۔

پولیس والوں کے مظالم اور گھر والوں کا گریہ وماتم

آپ ہزاروں ایسے واقعات پڑھتے ، سنتے اور دیکھتے ہوں گے کہ پولیس والے ایک شریف نوجوان کو پکڑے ہوئے بندوق کے دستے سے مار رہے ہیں اور وہ لڑکا زور زور سے رو رہا ہے اور چلا رہا ہے گھر والے یہ منظر دیکھ کر گریہ وماتم کرتے ہیں اور ماں کہتی ہے ہائے میرا بیٹا مر گیا اسے چھوڑ دو یہ بے قصور ہے اس کو چھوڑ دو ۔۔۔ ہائے میں مر گئی ۔۔

بہن روتے اور پیٹتے ہوئے کہہ رہی ہے ہائے میرے بھائی کو مت مارو، اے ظالموں مت مارو۔ گھر والے گریہ و ماتم سے نڈھال ہو رہے ہیں اور پولیس والے لڑکے کو لیکر چلے جاتے ہیں۔ ایسے موقعے پر کوئی بھی ماں، بہن گریہ و ماتم کرتی ہوئی نظر آئے گی۔

اب ذرا سوچیئے کہ یہ نوجوان زندہ جاوید ہے پولیس والے ظلم وستم کر رہے ہیں اس کی ماں بہن گریہ وماتم کر رہی ہیں۔

یادرکھیں! یہ گریہ و ماتم پولیس والوں کے ظلم و ستم ظاہر کرنے کیلئے اور عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے اس وقت بہترین ذریعہ تھا۔ اس فطری عادت کو روکنا کسی کے بس مین نہیں تھا دراصل گریہ و ماتم قلبی محبت کا اظہار اور ظالم کے ظلم و ستم کے خلاف ماں بیٹی کا احتجاج تھا۔ آپ نے دیکھا کہ جس وقت پولیس والے لڑکے پر ظلم و ستم کر رہے تھے اس وقت لڑکا زندہ تھا اور گھر والے زندہ جاوید پر ماتم کر رہے تھے اگر یہ فعل حرام تھا تو آپ کیوں انجام دیتے ہو؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے قول و فعل میں بے حد تضاد ہے آپ کی زبان آپ کے عمل کا ساتھ نہیں دیتی۔ ایسے عالم میں آپ کی بات کون تسلیم کریگا۔ آپ لوگ چودہ سو سال سے گریہ ماتم کو بند کرتے چلے آرہے ہیں کربلا میں دو مرد رونے والے تھے اور چند عورتیں اور بچے تھے مگر آج اتنے زیادہ کیوں ہو گئے ہیں؟

آپ سوچیں! جب کہ بنو امیہ اور بنو عباس خاندان کی حکومتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا اس کے باوجود یہ گریہ و ماتم حضرت امام حسینؑ کا بند نہ کر سکے تو یہ چھوٹے موٹے گروہ کیا بند کرا سکتے ہیں۔

اگر آپ کا روکنا فطرت کے خلاف ہے تو آپ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور پھر آپ اپنے قول پر نظر ثانی کریں کہ یہ فطرت کے خلاف تو نہیں؟ اگر ہے تو آپ جرأت سے اس کا اظہار کریں کہ گریہ و ماتم ظالم کے ظلم کو عیاں کرتا ہے اور انسانی معاشرے کیلئے مفید ہے یہ گریہ و زاری مظلوموں سے محبت اور ظالموں سے نفرت کا ثبوت ہے۔

خبر حزن سن کر گریہ و زاری کرنا

کسی نے خبر دی کہ آپ کا نوجوان بیٹا حادثے کا شکار ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں پڑا ہے اس کو خون کی ضرورت ہے یہ خبر سن کر گھر والے گریہ و زاری کرتے ہوئے ہسپتال پہنچ جاتے ہیں ایسے واقعات دنیا میں ہزاروں لاکھوں ہوتے رہتے ہیں لوگ اس قسم کی خبر سن کر گریہ و زاری کرتے رہتے ہیں۔

گریہ محبت

محبت انسان کے بنیادی احساسات میں سے ہے اور اسے گریہ سے دیرینہ انس ہے مثلاً خدا سے حقیقی محبت حسن آفرین ہے اور اس سے قرب کیلئے اشک محبت بہانا ضروری ہے۔

گریہ ندامت

جب انسان محاسبہ نفس کرتا ہے تو ماضی کے بارے میں سوچتا ہے اور اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے ازالے کی کوشش کرتا ہے اور یوں اس کی آنکھوں سے حسرت وندامت کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ گریہ خدا کی جانب بازگشت اور توجہ کا نتیجہ ہے۔

مقصد سے وابستگی کا حامل گریہ

کبھی کبھی آنسو کے قطرے انسان کے ہدف ار مقصد کو بیان کرتے ہیں شہید پرگیہ اس قسم میں سے ایک ہے شہید پر گریہ انسان میں جوش ولولہ پیدا کرتا ہے۔ سید الشہدا ءمظلوم کربلا پر گریہ وزاری انسان میں حسینیت کو جنم دیتی ہے اور حسینیت یہ ہے کہ عادل معاشرے کے قیام میں انسان نہ ظلم کرے اور نہ ظالم کو قبول کرے ایسا شخص جو کربلا کا جانکاہ واقعہ سننے کے بعد دل کی گہرائیوں سے آنسو بہا ہے وہ شہداء کے اس ارفع مقصعد سے وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔

اجتماعی گریہ وزاری

جب افق عالم پر ظلم واسبداد کی گھٹائیں چھا جائیں۔ جب باطل حق کو مٹانے پر بالکل آمادہ ہو جائے جب خاموشی ظلم کی حرارتوں کو بڑھانے کے سوا اور کوئی فائدہ نہ دے تو ایسے عالم میں ظالم کے ظلم کے خلاف اجتماعی طور پر بلند آواز سے گریہ وزاری کرنا ہی ایک سیاسی عمل ہے۔

جناب زینبؑ کا خطبہ سن کر اجتماعی گریہ وزاری

جب شہادت حسینؑ کی خبر مدینہ پہنچی تو ہر طرف لوگوں نے گریہ وزاری کا شور بلند ہوا اور بنی ہاشم کی خواتین جمع ہوگئیں اور اس طرح گریہ وزاری کی جس کی نظیر نہیں ملی تھی۔

اس گریہ وزاری نے بنی امیہ سے نفرت، حسین ابن علیؑ کے ساتھ محبت اور ان کے انقلاب کے ساتھ ایک لگاؤ پیدا کر دیا اور بالآخر آپ تمام ظالمین کے خلاف انقلاب کی مشعل راہ بن گئے۔ جناب زینبؑ نے حسینؑ کی شہادت کے بعد زینبؑ ایک روز کے لئے بھی صف عزا سے نہیں اٹھیں، چند لمحوں کیلئے بھی ان کے آنسو نہ تھمے، نالہ دفغان میں فاطمہؑ کی مثل بن گئیں۔

اس دور میں ظالم افراد کے ظلم کو مجالس میں یا خطبوں میں عیاں کیا جائے تو دردمند انسان ضرور گریہ وزاری کریگا اور اس کے دل میں ظالم سے نفرت اور مظلوم سے محبت پیدا ہوگی اور اس کا ساتھ دے گا۔ لہٰذا حکومتیں اپنے ظلم وستم چھپانے کیلئے ملاؤں اور لیڈروں کو خرید لیتے ہیں اور گریہ وزاری اور مجلس کو بند کرنے کیلئے ملاؤں سے فتویٰ جاری کرائے جاتے ہیں تاکہ حکومت وقت کے مظالم عوام الناس پر ظاہر نہ ہوں کیونکہ عوام ان کے خلاف ہو جائے گی۔ جو ان کے اقتدار کیلئے خطرہ ثابت ہوگا۔ لہٰذا انسان دشمن حکمرانوں نے درباری ملاؤں ذاکرین کے ذریعہ سے عوام الناس کا رخ ظالم حکومت کے بجائے مذہبی انتشار کی طرف موڑ دیا آپ مشاہدہ کریں گے کہ سنی وشیعہ حضرات مقصد اسلام و حسینؑ کو بھول کر اپنے ممبر ومسجدوں میں اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے نظر آئیں گے امام خمینی نے فرمایا کہ:

''شیعہ سنی میں اختلافات پیدا کرنے والے نہ شیعہ ہیں نہ سنی وہ دراصل یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔ تاکہ شیعہ وسنی آپس میں دست گریباں ہوتے رہیں اور ہم حکومت کرتے رہیں۔ یہی سامراجی ایجنٹ چاہتے ہیں''۔

گریہ وزاری کو حرام قرار دینے کے نقصانات

یہ حقیقت ہے کہ ایک ظالم شوہر اپنی بیوی پر شب و روز ظلم وستم کرتا رہتا تھا اس کی بیوی ایک مولانا کی شاگرد تھی اس کو یہ تعلیم دی گئی مصیبت کے وقت رونا پیٹنا اور چلانا حرام ہے۔ بلکہ صبر سے کام لیں کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

شاگرد نے اپنے استاد کی ہدایت پر عمل کیا تو وہ اپنے شوہر کے ظلم وستم پر صبر کرتی رہتی تھی اور وہ اس قدر ظلم وستم کرتا رہتا تھا کہ اس کے ظلم کی حد یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے لڑکی کے جسم پر سگریٹ جلا کر لگانا شروع کر دی۔ شوہر کے مظالم ایک سال تک سہے آخر کار جب برداشت سے باہر ہو گئی اور اب وہ ظلم ہونے پر چیخنے چلانے لگی اس کی درد بھری چیخنے کی آواز پر تمام گھر کے افراد جاگ اٹھے ار پوچھا کیا ہوا اس کی بیوی نے روتے ہوئے اپنے شوہر کے مظالم بیان کئے جیسے ہی اس کی مظلومانہ داستان سنی تو تمام گھر والے لڑکے کو لعن تعن کرے لگے والدین نے اسے بہت ہی برا بھلا کہا ۔ بیٹے نے کہا ابا جان، امی جان میں تمہارا بیٹا ہوں اور یہ لڑکی غیر اور نیچ قوم کی ہے آپ اس کی حمایت کرتے ہیں۔

باپ کہتا ہے! تو۔۔ تو میرا بیٹا ہی نہیں ہے تو ظالم ہے کبھی کوئی اپنی بیوی پر اتنا ظلم وستم نہیں کرتا، تو نے تو ظلم کی حد کر دی آخر کار وہ بھی تو انسان ہے اس کی ذات کچھ بھی ہو وہ تو مظلوم ہے اور مظلوموں سے ہمدردی کرنا عین عبادت ہے ساس نے بچی اپنے سینے سے لگایا اور پیار کیا اپنے بیٹے سے نفرت کا اظہار کیا۔

سسر کہتا ہے بہو رانی! تم اتنے عرصے تک ظلم وستم کو سہتی رہی۔ بہو کیا تمہیں معلوم نہیں ظلم پر خاموش رہنا ہی ظالم سے رضامندی ہے۔

بہو۔ کہتی ہے ابا جان مجھے میرے استاد مولانا عبدالستار صاحب نے کہا تھا کہ گریہ و زاری اور واویلا کرنا حرام ہے اور ظلم پر صبر کرنے ہی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

سسر!! لاؤ بہو رانی قرآن الحکیم ۔۔۔ قرآن لایا گیا اور کہا قرآن المجید کا پارہ ۶ کی آیت نمبر ا کھول کر پڑھ ۔۔

"ترجمہ: اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کسی کو برا کہنا پسند نہیں کرتا مگر مظلوم ظالم کی برائی کرسکتا ہے۔"

بہو! یادرکھو ظالم خواہ باپ ہو یا بیٹا، بیوی ہو یا شوہر، حاکم ہو یا رعایا، وڈیرہ ہو یا چوہدری انکے خلاف آواز بلند کرنا جائز ہے آپ نے دیکھا تمام اہل خانہ آپ کی حمایت میں اور تمہارے شوہر کے خلاف اظہار نفرت کر رہے ہیں کیونکہ تم ہمارے نزدیک مظلوم ہو اور میرا بیٹا ظالم ثابت ہوا۔ بہو!! آئندہ یادرکھیں کہ ظلم پر گریہ وزاری کرنا انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ جب تم فطرت کے خلاف عمل کرو گی تو پھر مصیبتوں کو برداشت بھی کرنا پڑے گا۔ بہو کہتی ہے کہ ابا جان!!! مجھے نہیں معلوم کہ ظلم کو سہنے انسان کا ذاتی کتنا نقصان اور کتنی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہے۔

الحمد اللہ! میرے رونے پیٹنے اور چلانے سے مجھے ظلم سے نجات مل گئی اور تمہاری ہمدردیاں میرے ساتھ بڑھ گئیں۔ واقعی گریہ وزاری سے ظالم کے ظلم کے عیاں ہو جاتے ہیں اور ظالم کی شناخت ہو جاتی ہے اور لوگ ظالم کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور معاشرے میں اسکے کوئی عزت واحترام نہیں کراتا لہٰذا گریہ وزاری اور ماتم مظلوموں کیلئے بہتر۔۔۔ اور ظالموں کیلئے نقصان دہ ہے۔

رسول خداؐ کا گریہ

گریہ کے بارے میں تاریخِ اسلام اور حدیث کی کتب میں حسب ذیل دلائل پائے جاتے ہیں۔

سنت کی تین قسمیں ہیں: قولی۔ فعلی۔ تقریری

سنت قولی۔ جس کام کو آنحضرت ﷺ زبان سے ارشاد فرمائیں وہ سنت قولی کہلائے گی۔

سنت فعلی۔ جس کام کو آنحضرت ﷺ نے فعلاً کیا ہو وہ سنت فعلی ہوگی۔

سنت تقریری۔ جو کام اپ کے سامنے ہوتا رہا ہو۔ اور آپ ﷺ نے اس کو منع نہ فرمایا ہو وہ بھی سنت ہے اور اس کو سنت تقریری کہا جائیگا۔

آیئے ہم سنت قولی، فعلی، تقریری کی روشنی میں گریہ کو دیکھتے ہیں،

جناب حمزہؓ کی شہادت پر حضور اکرمؐ نے اظہار حسرت فرمایا، افسوس کہ "میرے چچا حمزہؓ پر رونے والیاں نہیں ہیں" انصار نے جب یہ سنا تو فوراً اپنی عورتوں کو حضرت حمزہؓ کے گھر بھیج دیا کہ پہلے حمزہؓ کا ماتم کرو پھر اپنے عزیز واقارب پر فریاد وزاری کرو"۔

انصار کی بیبیاں مغرب وعشاء کے درمیان حضرت حمزہؓ کے گھر آئیں اور آدھی رات تک روتی رہی، آنحضرتؐ محو خواب تھے، جب آپ کو بتایا گیا کہ انصار کی بیبیاں آپ کے چچا کا ماتم کر رہی ہیں بس آپ ﷺ نے ان عورتون کے حق میں دعا فرمائی الٰہی! ان عورتوں سے ان کی اولاد سے اور اس کی اولاد سے راضی ہو

اہل سنت کی معتبر کتاب۔ مدارج النبوۃ صفحہ نمبر ۱۹۲

جنگ احد کے شہداء کے گھروں سے رونے کی آواز آرہی تھیں اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا جناب حمزہؓ پر کوئی رونے والا نہیں۔

اصحاب کی خواتین اپنے گھروں میں گریہ وزاری کا فعل انجام دے رہی تھیں اور آپ شہداء پر رونے والوں کو منع نہیں کررہے تھے بلکہ آپ کی دلی تمنا بھی یہی تھی کہ کاش حمزہؓ پر بھی کوئی رونے والی ہوتی جب اصحابہ انصارؓ نے سنا تو اپنی بیبیوں کو حمزہؓ کے گھر پر بھیج دیا تا کہ وہ ماتم کریں۔

جس وقت وہ گریہ وزاری کررہی تھیں آپ نے ان کے اوران کی اولاد کیلئے دعا کی اس سے معلوم ہوا کہ آپ اس فعل سے راضی تھے اس لئے تو ان کے حق میں دعا کی۔ حمزہؓ کی شہادت کے اس واقعیسے اصحابہؓ اوران کی خواتین کے گریہ وماتم کرنے سے سنت تقریری ثابت ہوتی ہے، یہ دعا ہر مسلمان عورت کیلیے ہے جو اسلام کے شہداء پر گریہ وزاری اور ماتم کرتی ہیں اور جو عورتیں شہداء پر گریہ وزاری اور عاتم نہیں کرتی وہ اس دعا سے محروم رہتی ہیں۔

جنگ احد کے مصیبت زدہ افراد کا گریہ وزاری سے استقبال

آپ ﷺ کے استقبال کرنے والوں میں مدینہ کے تمام مصیبت زدہ افراد موجود تھے، استقبال کرنے والوں میں فاطمہ بنت حضرت حمزہؓ بھی تھیں یہ بھی سرراہ آکر کھڑی ہو گئی تھیں انہوں نے دیکھا کہ رسولؐ کی سواری کے ہمراہ گروہ در گروہ لوگ چلے آرہے ہیں اپنے والد (حضرت حمزہؓ) کو ادھر اُدھر بہت دیکھا لیکن وہ نظر نہیں آئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے دریافت کیا میرے والد کہاں ہیں وہ مجھے اس لشکر میں نظر نہیں آئے، فاطمہؓ کا یہ سوال سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ آبدیدہ ہوگئے اور کہا رسول خداؐ ابھی تشریف لاتے ہیں جب سرور عالمؐ کی سواری ان کے قریب آئی اور آپ نے اپنے والد کو ان کے

ہمراہ بھی نہ پایا تو رسول خداؐ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے والد کہاں ہیں؟ سرور عالمؐ نے فرمایا کہ اب میں تمہارا باپ ہوں یہ سن کر انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کے اس جواب سے بوئے خون آ رہی ہے (مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے باپ شہید ہو گئے) یہ سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ رونے لگے، پھر فاطمہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے والد کی شہادت کی کیفیت بیان فرمائیے

آپ ﷺ نے فرمایا

"بیٹی اگر میں بیان کروں تو تم برداشت نہیں کر سکو گی یہ سن کر وہ بیچاری اور زیادہ رونے لگیں" مدارج النبوۃ صفحہ نمبر ۱۹۲

اپ نے مشاہدہ کیا آنحضرت ﷺ کے سامنے اصحابؓ گریہ وزاری کر رہے ہیں اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اگر یہ فعل حرام ہوتا تو آپ فوراً روک دیتے۔ یہ اصحاب دختر حمزہؓ رسول خدا ﷺ کے سامنے گریہ وزاری کرنا سنت تقریری ثابت ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا سنت قولی، فعلی کی روشنی میں بقاء

جناب جعفرؑ کی شہادت کے موقع پر حضورؐ نے مسجد میں اصحاب کو خبر شہادت سنائی اور اس قدر روئے کی ہچکیاں بندھ گئیں اور اس کے بعد فرمایا: "**علی مثل جعفر فلیك البواکی**" ترجمہ جعفر جیسے انسان پر گریہ ہونا چاہیئے۔

سنت فعلی کی روشنی میں آنحضرتؐ کا بقاء

انسؓ راوی ہیں کہ اپنے فرزند ابراہیم کے وقت انتقال آخر رسول اکرم ﷺ نے رونا شروع کیا تو عبدالرحمن بن عوف نے کہا۔۔۔۔ حضور ﷺ آپ رو رہے ہیں؟ فرمایا:

یہ علامت رحمت ہے، آنکھیں بہر حال اشکبار ہوں گی، دل بہر صورت محزون ہوگا یہ اور بات ہے کہ ہم مرضی خدا کے خوف کوئی کلمہ زبان پر جاری نہیں کرتے ہیں۔
(صحیح بخاری جلد اول ص ۱۷۱)(مشکوۃ المصابیح باب البقاء علی المیت)

سنت تقریری کی روشنی میں گریہ وزاری

صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن عوف ابو ہریرہؓ سے روایت کرتا ہے،
یعنی ایک مرد جناب رسول خداؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یا حضرت میں ہلاک ہو گیا اور زہری سے روایت ہے کہ ایک مرد اس حالت میں آیا کہ بال نوچتا تھا اور طمانچے اپنے منہ پر مارتا تھا اور حجاج بن ارجاہ سے مروی ہے کہ افسوس اور واویلہ کہتا تھا اور مرسل بن سیب کہتا تھا اور استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے اس فعل کے جواز کی بابت، پس جس شخص کو مصیبت دین و دنیا کی واقع ہو تو دین کی مصیبت جائز ہے یعنی سبب اس شدہ ندامت کہ ہم اس مصیبت کے دفاع کرنے میں کیوں نہ شامل ہوئے اور سبب شدت افسوس کے مرتکب ہونا افعال مرقومہ کا باعث صحت و تسکین ہے کیونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابیؓ کے افعال ملاحظہ فرمائے اور منع نہیں فرمایا پس جو فعل حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واقع ہو اور آپ منع نہ فرمائیں وہ سنت ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کیلئے رونا، پیٹنا دنیاوی نہین ہے دینی مصیبت ہے، بلکہ سنت ہوا جس کا انکار سنت کا انکار ہے۔

وفات حضرت ابوطالب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت گریہ

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ابوطالب کی وفات ہوئی تو میں نے پیغمبر اکرمؐ کو اطلاع دی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو سخت گریہ فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ انہیں غسل دیں، کفن دیں دفن کریں اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحمت نازل کرے۔
(اہل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الخواص الامہ صفحہ ۶)

میرا رونا امت پر رحم وشفقت ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہراؑ سے فرمایا "اپنے بچوں کو لاؤ ۔وہ امام حسنؑ اور حسینؑ کو حضور اکرمؐ کے سامنے لائیں۔ جب ان صاحبزادگان نے ان کا بوسہ دیا اور ان کی تعظیم وتوقیر اور ان سے محبت کے بارے میں صحابہ کرام اور امت کو وصیت فرمائی ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ دونوں حضور اکرمؐ کی آغوش مبارک میں رو رہے تھے جب ان کے رونے کی آواز حضور اکرمؐ کے گوش مبارک میں پہنچی تو حضور اکرمؐ بھی رونے لگے۔ سیدہ ام سلمہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ تو گذشتہ وآئندہ ہر حالت میں مغفور ہیں گریہ فرمانے کی وجہ کیا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا "میرا رونا امت پر رحم و شفقت کیلئے ہے کہ میرے بعد ان کا حال کیا ہے اور کیا ہوگا۔

اور دو ترجمہ دراج النبوت جلد دوم ص 509
تصنیف حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی
ترجمہ وترتیب الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی

حضرت علیؑ کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت گریہ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا ایک بہت خوبصورت باغ دیکھ کر میں نے اس کی تعریف کی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا اس سے بہتر باغ آپ کیلئے بہشت میں ہے۔

پھر حضرت علیؑ فرماتے ہیں جب راستہ خالی ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گلے لگالیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گریہ کا باعث کیا ہے

حضورؐ نے فرمایا کہ آپ کے متعلق اصحاب کے دلوں میں کینے ہیں جو میری وفات کے بعد ظاہر ہوں گے۔ (کنز العمال جلد نمبر ۶ صفحہ ۴۰۸)

اگر زندہ جاوید پر رونا حرام تھا تو حضرتؐ زندہ ہیں اور نبی کریم ﷺ حضرت علیؑ پر آنے والے مصائب کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔

اسی طرح ہم حضرت امام حسینؑ کے مصائب کو یاد کر کے روتے ہین زندہ جاوید پر رونا سنت نبیؐ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اپنے دادا عبدالمطلب پر رونا

ام ایمنؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنے دادا عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے رو رہے تھے۔ (اہل سنت کی معتبر کتب تاریخ خمیس جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۴۵، تذکرۃ الخواص الامہ ۴)

موذن رسولؐ بلالؓ کا ماتم

حضرت رسول اللہ ف کے مرض وفات کا احوال تحریر کرتے ہوئے شیخ عبدالحق حنفی دہلوی کتاب مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور کانپور جلد ۲ صفحہ ۵۲۲ سطر ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

پس بیرون آمد بلالؓ دست بر سر زناں وفریاد کناں

یعنی پس حضرت بلال سر پیٹتے اور فریاد کرتے ہوئے باہر تشریف لائے (یعنی اصحاب پیغمبر مسجد میں نماز کیلئے حضور ﷺ کا انتظار فرما رہے تھے اور حضرت بلال حضور ﷺ کے پاس نماز ہی کیلئے گئے تھے لیکن یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تشریف نہیں لائیں گے تو محبت رسول ﷺ کی تکلیف کے احساس وغم میں حضرت بلالؓ صحابی سر پیٹتے ہوئے حجرہ حضرت عائشہؓ سے باہر آئے)۔

جناب یہ واقعہ اس وقت ہوا جب رسول خدا ب بھی زندہ تھے لہٰذا مسجد میں ماتم کرتے ہوئے آئے تو کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ اے بلالؓ ماتم کرنا حرام ہے تم یہ فعل کیوں انجام دے رہے ہو؟؟؟

رسول اللہ ﷺ کا حضرت حسینؑ پر گریہ وزاری

جناب ام الفضل فرماتی ہیں کہ ایک روز مین نے شہزادہ حسینؑ کو نبی پاک ﷺ کی گود میں بٹھایا تو آپ ﷺ آنسو بہانے لگے میں نے عرض کیا حضور ﷺ کیا ہوا؟ فرمایا: مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ میرے اس بچے کو میری امت قتل کرے گی۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب مشکورہ جلد ثانی صفحہ ۲۵۸ مولف الشیخ محمد بن عبداللہ)

قارئین۔ صبر والی آیات حضور ﷺ پر نازل ہوئیں اور صبر کا معنی حضور ﷺ سے بہتر کوئی نہیں جانتا اس کے باوجود آنحضرت ﷺ حسینؑ ابن علیؑ پر زندگی میں اس کی مصیبت کو مدنظر رکھتے ہوئے رو رہے ہیں معلوم ہوا کہ حسینؑ پر رونا رسول اللہ ﷺ ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی پیدائش کے موقعہ پر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ

روضہ الشہداء سے منقول ہے کہ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو حق سبحان تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو اپنے حبیب کی خدمت میں ادائے تہنیت کیلئے بھیجا۔ جبرائیلؑ نے تہنیت فرزند ادا کی اور اس کے بعد ہی تعزیت بھی شروع کر دی حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سبب تہنیت تو معلوم ہے لیکن تعزیت کی کیا وجہ ہے جبرائیلؑ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس حلق پر آپ بوسہ دے رہے ہیں آپ کے بعد تیغ جفا سے مجروح کیا جائے گا۔ پھر کسی قدر حال کربلا عرض کیا حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر جانکاہ سن کر بہت ہی گریاں ہوئے حضرت علیؑ نے رونے کا سبب دریافت کیا اور جب واقعہ شہادت سنا تو وہ بھی رونے لگے اور اسی حالت میں حضرت سید فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لے گئے جناب سیدہؑ نے یہ خبر سنی تو روتی ہوئی آنحضرتؐ کے حضور تشریف لے گئیں اور فریاد کی اے پدر بزرگوار علیؑ نے آپ کی زبانی مجھے یہ خبر سنائی ہے کہ جفا کاران امت گلوئے نورانی حسینؑ پر تیغ جفا پھیریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے فاطمہؑ جبرائیلؑ نے اسی طرح مجھ کو آگاہ کیا ہے سیدہؑ رونے لگیں اور کہا کہ میرے حسینؑ نے کونسی خطا کی ہے ان پر ایسا ظلم کیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ یہ حادثہ حسینؑ کے لڑکپن میں نہیں ہوگا بلکہ یہ اس وقت ہوگا جب نہ میں ہوں گا اور نہ تم ہوگی نہ علیؑ ہوں گے اور نہ حسنؑ ہوں گے یہ سن کر

جناب سیدہؑ شدید بے تاب ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ اے مظلوم مادر روائے بے کس مادر جبکہ اس وقت تیرے جد و پدر مادر و برادر نہ ہوں گے تو کون ہوگا جو تیری مصیبت کی تعزیت بجالائے گا کون تجھے پر روئے گا؟؟ راوی کہتا ہے کہ ہاتف نے آواز دی کہ امام حسینؑ کا ماتم مصیبت زدگان امت قیامت تک برپا رکھیں گے اور ہر سال جب وہ وقت آئے گا جس میں حسینؑ شہید ہوں گے تو وہ لوگ تعزیت حسینؑ کو تازہ کریں گے اور شرط مصیبت بتلائیں گے''۔

یہ حقیقت ہے کہ امام حسینؑ کی پہلی مجلس جبرائیلؑ نے پڑھی اور رسول خداﷺ رونے والے، پھر رسول اللہﷺ نے پڑھی اور حضرت علیؑ رونے والے تھے مصائب حسینؑ پڑھنا سنت رسول اللہﷺ ہے۔

رسالہ البلاالمبین صفحہ ۱۵ معجم کبیر میں ام طبرانی لکھتے ہیں کہ:

ابی امام الباملی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت رسول مقبولﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اس شہزادہ یعنی حضرت امام حسینؑ کو نہ رلایا کرو۔

آنحضرتﷺ کے پاس جبرائیلؑ نازل ہوئے حضرت گھر کی کوٹھری میں تشریف لے گئے اور ام سلمہ سے فرمایا کہ میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا، امام حسینؑ تشریف لائے اور حضرت کی کوٹھری میں گھسنے لگے جناب ام سلمہؑ نے انہیں تھام کر اپنے گلے لگالیا اور ان کو اندر جانے سے روک رکھا اور ان کو رونے سے چپ کرانے لگیں جب وہ سخت رونے لگے تو جناب ام سلمہ نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ حضرت کے پاس جا کر گود میں بیٹھ گئے جبرائیلؑ نے عرض کی کہ آپ کی امت اس کو عنقریب قتل کرے گی اور ہاتھ بڑھا کر آنحضرتﷺ کو تھوڑی سی مٹی دی اور کہا کہ وہ اسی مکان پر شہید کیے جائیں گے پس آنحضرت امام حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے نہایت غمگین برآمد ہوئے جناب ام سلمہ نے خیال کیا کہ شاید

حضرت امام حسینؑ اندر جانے سے ناراض ہوئے ہیں وہ عرض کرنے لگیں یا نبی اللہ ﷺ میں آپ کے قربان ہو جاؤں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس لڑکے کو مت رولایا کرو اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے پاس گھر میں نہ آنے دینا جب جناب امام حسینؑ تشریف لائے تو میں نے ان کو روک رکھا حضرت رسول خدا ﷺ نے ان کو تو کچھ جواب نہ دیا اور صحابہ کے پاس تشریف لائے سب صحابہ بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق میری امت اس کو شہید کرے گی صحابہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی موجود تھے حضرت نے ان کو دکھلا کر فرمایا کہ جہاں پر یہ شہید کئے جائیں گے وہاں کی یہ مٹی ہے۔

خلفاءراشدینؓ کا گریہ وماتم

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گریہ

"اشکبار از رکسار او رواں شد بروئے شریف آنحضرت افتاد بیدار ساخت فرمودیا ابو بکر لا تخزن"

ترجمہ:

غار میں ابوبکرؓ کے آنسو بہنے لگے اور حضور ﷺ کے رخ انور پر گرے حضور ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر لاتحزن

اہل سنت کی معتبر کتاب مدارج النبوۃ صفحہ ۸۱، مؤلف عبدالحق محدث دہلوی

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکرؓ آئے اور حضور ﷺ کے رخ انور سے کپڑا اٹھایا اور (ندبہ کیا) وَاصَفِیَّاہ وانبیاء پھر سر اٹھایا اور رونے لگے۔

مدارج النبوت جلد دوم 510

اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ الخمس جلد دوم صفحہ ۱۷۳، مؤلف الشیخ حسین دیار بکری

صحابہ میں سب سے زیادہ ثابت و اشجع حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ حالانکہ وہ بھی آنسو بہا رہے تھے آہ نالہ کر رہے تھے اسی کیفیت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شجاعت پر استدلال کیا گیا ہے۔

مدراج النبوت اردو جلد دوم 509
تصنیف حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلویؒ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

محبت رسول ﷺ میں گریہ

اور جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو لوگ متحیر ہو گئے اور ان کے حالات مختلف تھے۔ حضرت عمرؓ اس گروہ میں تھے جو نبی کریم ﷺ کی مصیبت سے دیوانہ ہو گئے تھے اور عثمانؓ گونگے ہو گئے اور ابو بکرؓ کی دونوں آنکھیں برس رہی تھیں۔

اہل سنت کی معتبر کتاب نزہتہ الناظرین صفحہ ۲۹۳، مولف شیخ عبدالملک خطیب جامع اموی

وفات رسول اللہ ﷺ پر ابو بکرؓ کا گریہ

ابو سمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ عائشہؓ زوجہ نبی کریم ﷺ نے انہیں خبر دی ابو بکرؓ اپنے مکان سے گھوڑے پر آئے وہ اترے مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے کسی سے بات نہ کی۔ یہاں تک کہ عائشہؓ کے پاس گئے پھر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا قصہ کیا جو ایک یمنی چادر سے ڈھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کے چہرہ کھولا۔ جھک کر بوسہ دیا اور روئے، پھر کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔

(طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۳۶۹)

اردو ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی مرحوم نفیس اکیڈمی، کراچی

وفات رسول اللہ ﷺ پر حضرت ابو بکرؓ کا مرثیہ

محمد بن عمر الواقدی نے اپنے رجال (راوۃ) سے روایت کی ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا (حسب ذیل) مرثیہ کہا ہے۔

اے آنکھ گریہ کر اور اس سے ملول نہ ہو ایسے

سردار کے شایان شان ہے کہ اس پر روئیں

طبقات ابن سعد حصہ دوم صفحہ ۴۱۹

محبت رسول ﷺ میں گریہ

اور جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو لوگ متحیر ہو گئے اور ان کے حالات مختلف تھے۔ حضرت عمرؓ اس گروہ میں تھے جو نبی کریم ﷺ کی مصیبت سے دیوانہ ہو گئے تھے اور عثمانؓ گونگے ہو گئے اور ابوبکرؓ کی دونوں آنکھیں برس رہی تھیں۔

اہل سنت کی معتبر کتاب نزہتہ الناظرین صفحہ ۲۹۳، مولف شیخ عبدالملک خطیب جامع اموی

وفات رسول اللہ ﷺ پر ابوبکرؓ کا گریہ

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ عائشہؓ زوجہ نبی کریم ﷺ نے انہیں خبر دی ابوبکرؓ اپنے مکان سے گھوڑے پر آئے وہ اترے مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے کسی سے بات نہ کی۔ یہاں تک کہ عائشہؓ کے پاس گئے پھر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا قصہ کیا جو ایک یمنی چادر سے ڈھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ کے چہرہ کھولا۔ جھک کر بوسہ دیا اور روئے، پھر کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔

(طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۳۶۹)

اردو ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی مرحوم نفیس اکیڈمی، کراچی

وفات رسول اللہ ﷺ پر حضرت ابوبکرؓ کا مرثیہ

محمد بن عمر الواقدی نے اپنے رجال (زاوۃ) سے روایت کی ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا (حسبِ ذیل) مرثیہ کہا ہے۔

اے آنکھ گریہ کر اور اس سے ملول نہ ہو ایسے

سردار کے شایانِ شان ہے کہ اس پر روئیں

طبقات ابن سعد حصہ دوم صفحہ ۴۱۹

اردو ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی مرحوم نفیس اکیڈمی کراچی

حضرت عمرؓ کا گریہ

حضرت عمرؓ کو نعمان بن مقرن کی موت سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے سر پر ہاتھ رکھا اور چیخے ہائے افسوس کیلئے۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۱۷ کتاب الموت)

حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹے پر گریہ

جب حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے ابوشحمہ پر حد جاری کی اور آخری کوڑا اس کو لگا تو وہ گر پڑا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور رونے لگے اور عمرؓ کی یہ حالت دیکھ کر سب رونے لگے۔ (اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ الخمیس جلد ثانی ۲۵۳)

مولف شیخ حسین دیار بکری

حضرت عمرؓ کا بھائی پر گریہ

حضرت عمرؓ کا بھائی زید یمامہ میں مارا گیا اور اس کے ساتھ ایک مرد بنی عدی کا تھا وہ واپس مدینہ آیا جب حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا تو حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس مرد سے کہا۔۔۔۔تو میرے بھائی کو قبر میں اکیلا چھوڑ کر میرے پاس آیا ہے۔

اہل سنت کی معتبر کتاب عقد الفرید جلد نمبر ۲ صفحہ ۵

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا گریہ

جب سعد بن معاذ فوت ہوئے نبی پاک ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ آئے اور حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ روئے۔ بی بی عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے گریہ کو حضرت عمرؓ کے گریہ سے پہچان لیا۔ یعنی تمیز دی جبکہ میں اپنے حجرے میں تھی۔

اہل سنت کی معتبر کتاب کشف الغمہ ۱۷۲ مولف عبدالوہاب شافعی

حضرت عثمانؓ کا وفات نبیؐ میں غم زدہ ہونا

حضرت عثمانؓ کا وفات نبی کریم ﷺ کے بعد ابوبکرؓ کی بیعت ہوئی اور حجرت عمرؓ میرے قریب سے گزرے اور میرے غم زدہ ہونے کے مجھے پتہ ہی نہ چلا۔

اہل سنت کی معتبر کتاب طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۲۱۳

حضرت علی علیہ السلام کا گریہ

جب سیدہ زہرؑا نے وفات پائی تو سیدہ کی وفات پر آپ کے شوہر حضرت علیؑ نے بہت حزن کی اور بہت روئے۔

اہل سنت کی معتبر کتاب مرف الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۹۷

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ جنگ صفین کیلئے جاتے ہوئے کربلا سے گزرے اور پوچھا اس زمین کا کیا نام ہے لوگوں نے بتایا اس زمین کا نام کربلا ہے۔ حضرت یہ نام سنتے ہی رو پڑے اور اتنا روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۵)

وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صبر اچھا نہیں

" ان الصبر الجمیل الا علیك دان الجزع لقبیع الاعلیك "

حضرت علیؑ وفات نبی کریمؐ کے وقت فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبر اچھی چیز ہے مگر آپ کی موت پر (صبر اچھا نہیں)

نہج البلاغہ طبع مصر ۲۰۷

وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کن کن لوگوں نے گریہ و ماتم کیا؟

وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے رونے کی آوازیں آتیں۔

رضۃ الاحباب جلد اول ۵۶۱

وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ملک الموت نے گریہ کیا۔

رضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۵۶۱

جناب عائشہؓ کا ماتم

جناب عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آغوش میں وفات پائی میں نے حضورؐ کا سر تکیہ پر رکھا اور کھڑی ہوگئی اور (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں) میں نے دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر اپنے چہرے کو پیٹا۔

مسند احمد بن اشیر جلد ۴ صفحہ ۲۷۷

تاریخ کامل ابن اشیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۰

طبقات بن سعد حصہ دوم صفحہ ۳۶۶

اردو ترجمہ علامہ عبداللہ العمادی مرحوم نفیس اکیڈمی

روح اطہر کے پرواز ہوتے ہیں حضرت عائشہؓ نے آپ کا سر مبارک اپنی آغوش سے جدا کر کے تکیہ پر رکھ دیا اور بستر مقدس سے اس طرح اٹھیں کہ اپنے منہ پر بے تحاشہ طمانچے مار رہی تھیں۔

دارج النبوت صفحہ ۶۳۹
مؤلف شیخ عبدالحق محدث دہلوی
اردو ترجمہ جناب مولوی شمس الحسن بریلوی

جب آنحضرتؐ کے دفن سے فارغ ہو گئے تو صحابہ حسرت واندوہ میں غرق خاک بستر محبوبِ دوجہان کے فراق میں آتش بجان ہو رہے تھے گریہ وزاری کے سوائے کام نہ تھا خصوصاً حضرت فاطمہ زہراؑ سب سے زیادہ مصیبت زدہ تھیں سوائے گریہ وزاری کے انکو اور کچھ کام نہ تھا، آپؑ حضرت حسنؑ و حسینؑ کو دیکھتی تھیں اور اپنی یتیمی اور ان کے بچوں کی یتیمی پر روتی تھیں، ادھر عائشہؓ کی یہ کیفیت تھی کہ وہی حجرہ جس میں وصال ہوا تھا اب وصال کے بعد وہی حجرہ آپ کیلئے بیت الحزن بن گیا، رات دن رونے کے سوا کچھ کام نہ تھا۔

دراج النبوت صفحہ ۶۶۱
مولف شیخ عبدالحق محدث دہلوی
اردو ترجمہ مولوی شمس الحسن بریلوی

مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اور انہوں نے اپنے باپ عباد روایت بیان کی کہ میں نے حضرت عائشہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ میرے سینے اور گلے کے درمیان تھے اور میرے گھر میں تھے، وفات کے بعد

میں نے آپ کا سر تکیے پر رکھ دیا اور کھڑے ہو کر عورتوں کے ساتھ سینہ کوٹنا اور ہاتھ چہرے پر مارنا شروع کر دیا۔

سیرت النبی کامل حصہ دوم صفحہ ۸۰۳ مرتبہ ابن ہشام
ترجمہ اردو مولانا عبدالجلیل صدیقی
ناشرین شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار، لاہور

کن لوگوں نے آنحضرتؐ کی وفات پر مرثیئے اور ماتمی اشعار کہے

حسان بن ثابتؓ نے یہ اشعار کہے جن میں وہ رسولؐ پر آہ بکا کرتے ہیں جیسا کہ ہم سے ابن ہشام نے ابوزید انصاری کی روایت بیان کی ہے۔
ہم چند منتخب اشعار کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

''اب میں اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کو رو رہا ہے اور آنکھوں نے میری اعانت کی ہے، اور ان آنکھوں سے بھی دو مثل پلکیں میرا ساتھ دے رہی ہیں''

''اور یہ غمزدہ لوگ اس حالت میں ہو گئے کہ اب ان میں ان کے نبیؐ نہیں اور اب ان کی کمریں اور بازو بالکل کمزور ہو گئے ہیں''

''یہ لوگ اس ہستی پر رو رہے تھے جس پر اس کی وفات کے دن آسمان رو رہے تھے اور زمین رو رہی تھی اور لوگ اس سے بھی زیادہ غمزدہ تھے''

''پس اے آنکھ! رسول اللہ ﷺ پر خوب رو اور بڑے بڑے آنسو بہا اور میں کبھی نہ دیکھوں کے تیرے آنسو خشک ہو گئے ہیں''

''پس تو ان آنسوؤں کی اچھی طرح سخاوت کر، اور اس ہستی کے

فقدان پر چیخیں مار مار کر رو، جس کی مثال زمانہ بھر میں نہیں پائی جاسکتی“

سیرت النبی کامل مرتبہ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۸۱۸ تا ۸۲۲

عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیلؓ

شام ہی سے سردار کو رو رہی ہیں آنکھ سے رہ رہ کے آنسو آتے جاتے ہیں

فرط رنج وغم سے آپ کی بیبیوں کو افاقہ تک نہیں، رہ رہ کے رنج بڑھتا ہے

طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۴۵۰/۴۴۹

ام ایمنؓ

اے آنکھ! اچھی طرح رو، رونا ہی شفا ہے، اس لئے رونے میں کمی نہ کر جب لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ چلے گئے تو ہر قسم کی آزمائش کا یہی وقت ہے۔ اے دونوں آنکھوں، اس کو روؤ جس کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے وہ دنیا میں سب سے اچھے تھے اور وحی آسمانی مخصوص تھے۔

ہندؓ بنت اثاثہ عباد بن المطلب

اے فاطمہ اس مرنے والے پر تیرے گریہ نے

میرے بال سفید کر دیئے اور قد کو جھکا دیا۔

طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۴۴۶

ہند بنت الحارث بن عبدالمطلبؓ

اے آنکھ، ایسی فیاضی سے آنسو بہا جیسے ابر باران

مینہ برساتا ہے۔ وہ پرانا کنواں اوپر سے بند ہو گیا ہو جس طرح

اندر ہی اندر نالی میں اس کا پانی بہتا ہوا اسی طرح تو بھی آنسو بہا۔

طبقات ابن سعد جلد دوم ۴۴۶

صفیہؓ بنت عبد المطلبؓ

آپؐ کے جاتے رہنے سے بطحاء روئے گا، مکہ روئے گا دیار حجاز روئیگا تمام قبائل آپؐ کے جاتے رہنے کا درد بھرا گریہ کریں گے اور اس میں بے تابی کو مدد دے گی اے میری آنکھ، تو کیوں نہیں روتی، تجھے تو دل کھول کے آنسو بہانا چاہیئے۔

اے آنکھ اچھی طرح آنسو بہا، ان پیغمبرؐ کیلیئے جو
پاک تھے اللہ کی جناب میں نہایت رجوع رکھنے والے تھے۔
مصطفیٰ کا ماتم کر اور بڑی فیاضی کے ساتھ عام وخاص
آنسوؤں سے حضرت کا سوگ منا
اے آنکھ اب رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کون ہے جسے تو روئیگی وہی تو
تھے جن کو ہمارے پروردگار اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سے مخصوص فرمایا تھا۔

طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۴۳۸ تا ۴۴۳

اردو ترجمہ علامہ عبد اللہ عمادی مرحوم نفیس اکیڈمی

عاتکہؓ بنت عبد المطلبؓ

اے میری دونوں آنکھوں جب تک زمانے کی درازی قائم ہے
روؤ اور جی کھول کے آنسو بہاؤ جس میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔
اے میری آنکھ اچھی طرح اشکبار ہو مرتے دم تک
اتنے دولاب اشک بہا جس میں کمی واقع نہ ہو

اے میری آنکھ اشکبار ہو اور کوشش کر کے اسکبار ہو ان کیلئے جو برگزیدہ تھے نور لے کے آئے تھے، ان کے علاوہ خلق اللہ میں سے اور کسی پر نہ رو۔ ایسا رونا رو کہ سیلاب آ جائیں۔ کیونکہ عدل وخیر والے والے پیغمبر ﷺ مصیبت مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ اور اچھی طرح رو اور ہر صبح کو اس کا ماتم کرو جو قحط کے زمانہ میں یتیموں کا والی اور وارث تھا۔

طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۴۳۵ تا ۴۳۸

اروی بنت عبدالمطلب رض

اے آنکھ تیرا برا حال، ہو جب تک تو باقی ہے

اپنے آنسو میری مدد کر اور میری بات مان۔

طبقات ابن سعد حصہ دوم صفحہ ۴۳۲

مندرجہ بالا اصحابہ کے اشعار سے اس دور کے اسلامی تہذیب وثقافت کی عکاسی کا پتہ چلتا ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت پر اظہار غم منانے کا طریقہ آنکھوں سے آنسو بہانا اور ماتم کرنا تھا۔ جیسا کہ صفیہ بنت عبدالمطلب نے کہا ہے کہ مصطفیٰ کا ماتم کرا رو بڑی فیاضی کے ساتھ آنسوؤں کا سوگ منا۔

حسان بن ثابت کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایسی ہستی ہیں جنکے انتقال پر چیخیں مار مار کر رو، ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اس قدر فیاضی سے آنسو بہا کہ سیلاب آ جائے"۔

یہ گریہ ماتم حرام تھا پھر اصحاب رض کرام نے ایسے مرثیے کیوں کہے جس سے فعل حرام کی طرف ترغیب ہو؟

جناب والا! یہ گریہ ماتم حرام نہ تھا اس لئے صحابہ کرام رض، ازدواج اصحابہ، ودختر رسول اللہ ﷺ نے گریہ وماتم کیا اور مرثیے کہے۔

قرآن کی نظر میں گریہ وماتم

امام حسینؑ کے غم میں لوگ روتے جاتے ہیں علم نکالتے ہیں نوحہ پڑھتے ہیں کہنے لگے کہ رونا ناجائز ہے

میرے عزیز خداوند کریم نے انسانی جسم میں جو غدود معلے دیئے ہیں جنکا کام غم میں آنسو بہنا ہے۔ معاذ اللہ یہ اللہ نے عبث پیدا کر دیئے ہیں؟ بلکہ یہ ظالم کے ظلم کو عیاں کرتے ہیں۔ آنسو بہنا صبر کے منافی نہیں حضرت یعقوب اپنے گم شدہ پسر کیلئے اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں جیسا کہ ارشاد خداوند کریم ہے کہ

اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور (رو کے) کہنے لگا
ہائے افسوس یوسف پر غم واندوں کی وجہ سے اس کی
دونوں آنکھیں سفید ہوگئیں۔

(پارہ ۱۳، سورۃ یوسف آیت ۸۴)

رونا صبر کے منافی نہیں حضرت یعقوب اپنے گم شدہ فرزند کیلئے اتنا روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں نہ خدا نے ان کو اس بے صبری پر برا کہا اور نہ نبوت کا درجہ کم ہوا۔ ہر گریہ کے بعد صبر کا درجہ بڑھتا رہتا ہے۔

کسی ہر کا بیٹا مر جائے یا کھو جائے اور وہ روئے نہیں تو لوگ کہیں گے کہ اس کے حس مردہ ہوگئے ہیں اور لاؤ اور انسانی ہمدردی اس میں نہیں ہے۔

فما بکت علیھم السمآء و الارض وما کانو منظرین ۔

سرکش قوموں پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ انہیں مہلت دی گئی۔

(پارہ ۲۵ سورۃ الدخان)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منشور جلد ۶ صفحہ ۳۱ مطبوعہ مصر ۱۳۱۷ھ میں حسب ذیل روایت لکھی۔

ابن ابی حاتم عبید کاتب سے روایت کرتے ہیں کہ

ابراہیم نے کہا جب سے دنیا پیدا ہوئی آسمان صرف دو آدمیوں پر رویا۔ جب حضرت یحیٰی بن زکریا قتل ہوئے تو آسمان سرخ ہو گیا اور خون برسا اور جب حسینؑ قتل ہوئے تو آسمان سرخ ہوا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ خلفاء کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھا ہے کہ

حضرت امام کی شہادت کے بعد مسلسل چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ ہو رہے بعد میں وہ سرخی رفتہ رفتہ جاتی رہی لیکن افق کی سرخی اب تک موجود ہے جو شہادت حسینؑ سے پہلے موجود نہ تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ روز شہادت حسینؑ بیت المقدس کا جو پتھر پلٹا جاتا تو اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا۔ پس معلوم ہوا جب کوئی مظلوم شہید ہوتا ہے تو زمین و آسمان روتے ہیں۔

صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۱۶ مطبوعہ مصر میں ہے کہ

جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا کہ گھروں میں جو برتن تھے وہ خون سے بھر گئے اور آسمان بالکل تاریک ہو گیا یہاں تک کہ دن کو ستارے نظر آنے لگے اور جو پتھر زمین سے اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون جوش مارتا ہوا نکلتا تھا اور سورج کو گہن لگ گیا ستارے آپس میں ٹکراتے تھے آسمان سے جس خون کی بارش ہوئی وہ خون جن

کپڑوں پر لگ گیا وہ کپڑے بوسیدہ ہو گئے مگر خون کا داغ نہیں مٹا۔

نیز غلیۃ الطابین شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی صفحہ ۳۵۰ میں ہے کہ

امام حسینؑ کی قبر پر ستر ہزار فرشتے خدا نے اس لئے

نازل کئے کہ قیامت تک گریہ وبکا کرتے رہیں۔

و بشر وہ بغلام علیم فا قبلت امرأته فی

صرة فصکت وجحا و قالت عجوز عقیم

قالو کذلك قال ربك ان هوا الحکیم العکیم

ترجمہ: یعنی ملائکہ نے ایک دانشمند لڑکے کی خوش خبری سنائی پس ان کی زوجہ دریچہ پر آ گئیں اور اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا میں بڑھیا اور بانجھ ہوں انہوں نے کہا تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے بے شک وہ صاحب حکمت وعلم ہے۔

(پارہ ۲۶ سورۃ ذاریات)

واضح ہو کہ ایک پیغمبر کی زوجہ اور ایک پیغمبرﷺ کی والدہ نے روبرو خلیل اللہ وملائکۃ اللہ کے منہ پر پیٹا۔ ملائکہ اور پیغمبرﷺ دیکھتے رہے اور منع نہین کیا اگر پیٹنا فعل حرام ہوتا تو نبی وملائکہ پر فعل حرام سے منع کرنا واجب تھا۔

قرآن کی روشنی میں ہنسیں کم روئیں زیادہ

پس تمہیں چاہیے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ

سورۃ توبہ آیت ۸۲

ہنسی درحقیقت دم غریزی کے جوش کا نام ہے جب انسان کسی چیز کو دیکھتا یا سنتا ہے جو اس کے اندر مسرت کے آثار پیدا کر دے تو انسان پر نشاط و شادمانی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اب اگر وہ ان حالات میں قوائے عقلیہ کو نہ استعمال کرے تو اس پر ہنسی کیفیت غالب آجائے گی۔

بہت ہنسنے سے دل مر جاتا ہے

رسول خداؐ

مومن کا ہنسنا بہ تبسم ہونا چاہیئے آواز نہ نکلے

امام جعفر صادقؑ

قہقہہ مار کر ہنسنا شیطان کی طرف سے ہے یہ بھی فرمایا کہ زیادہ ہنسنے سے چہرے کی آب و تاب جاتی رہتی ہے۔

رسول خداؐ

حلیۃ المتقین

سرکار دو جہاں رحمت کون و مکان ؐ کا ارشاد حقیقت پر مبنی ہے کہ بعض آدمی ہنستے ہنستے مر جاتے ہیں کیوں زیادہ ہنسنے سے ہمارے جسمانی نظام پر بار پڑتا ہے اور قلب کی حرکت

فی منٹ ایک سوبیس تک پہنچ جاتی ہے۔ساتھ ہی دماغ کی برقی لہروں میں بھی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے نیز خون کی روانی کی رفتار جسمانی درجہ حرارت اور جسمانی کیمیائی اجزاء کے اجتماعی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔انتہائی ہنسی کے بھی کچھ خطرات ہیں جدید تحقیقات مظہر ہیں کہ بہت زور سے ہنسنے سے ہرنیا اور بعض دوسری اندرونی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ ہنستے ہنستے دل کا دورہ پڑ گیا۔

اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے انسان ان امراض سے بچا رہے گا خاص طور پر پھیپھڑے اور قلب کے امراض والے حضرات کیلئے زیادہ ہنسنا اور قہقہہ لگانا نقصان سے خالی نہ ہوگا لہٰذا انسان کے قہقہہ لگانے اور زیادہ ہنسنے سے (Inguinal Ring) پر مسلسل دباؤ پڑنے سے (Inguinal Ring) کمزور ہوجایا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے عضو کا کوئی حصہ اپنی اصلی جگہ سے ہٹ کر کسی قدرتی یا اتفاقی سوراخ کے شگاف کے راستہ باہر ابھر آتا ہے اس ابھار کو ہرنیا کہتے ہیں۔

(Inguinal Ring) پر دباؤ پڑھنے سے کج ران کی نالی (Inguinal Canal) کے مقامات پر اس قسم کا ہرنیا عموماً دیکھنے میں آیا ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ قہقہہ مارنے اور زیادہ ہنسنے سے پرہیز اختیار کرے اسی لئے خداوندِ کریم نے سورۃ نور میں حکم دیا ہے کہ "ہنسیں کم" زیادہ ہنسی سے انسان مختلف امراض میں گرفتار ہوجائیگا۔رونا یا ہنسنا بلاشبہ دونوں فطرت کے دو طریقے اظہار ہیں اور اسی لئے ان جذبوں کی تاریخ معین کرتے وقت یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ انسان کی پیدائش کی تاریخ ہی ان جذبوں کی بھی تاریخ ہے انسان انہیں اپنے وجود میں ساتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔لیکن مقام غور ہے کہ تحقیق کے باوجود پہلی ہنسی کا کوئی تاریخ ثبوت ہمارے پاس محفوظ نہیں رہا البتہ فرق جنت میں پہلے انسان یعنی آدم علیہ السلام کا گریہ فرمانا عقل،مذاہب اور نفسیات کی روشنی میں حد تواتر تک

پہنچا ہوا ہے جس کے آثار ہمیں کتب میں ملتے ہیں اس میں کسی نے آج تک کسی قسم کا شک وشبہ ظاہر نہیں کیا ہے۔

انسان کسی چیز سے مغموم ہوتا ہے تو اس کا دماغ اس غم کے ردعمل کے طور پر نچڑتا ہے۔ یہاں تک کہ آنکھوں سے رطوبت بہہ نکلتی ہے اور اس بہتی ہوئی رطوبت کا نام گریہ یا رونا ہے۔

گڑگڑا کر گریہ وزاری سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے غم ویاس کے بادل دل ودماغ پر چھائے ہوتے ہیں وہ اشک بن کر برس جاتے ہیں اور اس طرح دکھ درد کی تلخی کم ہو جاتی ہے۔ ایک ماہانہ رسالہ ''ہمدرد صحت'' حکیم عبدالحمید دہلوی کی زیر ادارت لال کنواں دہلی سے نکالا جاتا تھا اس کے مارچ ۱۹۶۲ء کے شمارہ کے صفحہ ۱۳ پر نفسیات کے ذیل میں ڈاکٹر میں عثمان خان سکندر آبادی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے۔

''مردوں کو آنسو زیادہ بہانے چاہئیں'' شروع اس طرح کی گئی ہے کہ عورتیں ذرا ذرا سی باتوں پر آنسو بہانے لگتی ہیں جس سے دل کی بھڑاس نکل جانے سے صریحاً ان کو سکون ہو جاتا ہے لیکن اگر مرد کے آنسو کسی وجہ سے نکل پڑیں تو یہی بزدلی کی بات سمجھی جاتی ہے''۔

اس طرز خیال کی تحقیقات کیلئے ایک امریکی ماہر امراض النفس نے ہزاروں مردوں اور عورتوں سے ملاقات کر کے اس موضوع کے متعلق تفصیلی گفتگو کی اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ مردوں کو بھی عورتوں کی طرح رونے کی عادت ڈالنی چاہیئے کیوں کہ جذبات کو اس طرح دبائے رکھنا مردوں کیلئے مضر صحت ہے۔ ڈاکٹر موصوف پھر کہتے ہیں کہ ''یورپ کے دوسرے کئی چوٹی کے ماہر امراض النفس بھی یہی کہتے ہیں کہ آنسو بہانا اور رونا ایک تسکین بخش فعل ہے جس سے تناؤ کم کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً استفادہ کرنا چاہیئے تاکہ طبیعت ہلکی ہو کر بحالی پیدا کر سکے۔

بچے کے رونا فائدہ مند ہے

ارشادِ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ:

اے مفضل غور کرو کہ بچوں کے رونے میں کیا فائدہ ہے۔ یہ جان لو کہ بچوں کے دماغ میں رطوبت ہوتی ہے۔ اگر وہ دماغ میں رہ جائے تو طرح طرح کی مصیبتیں ان پر پڑیں اور عارضے لاحق ہوں مثلاً آنکھ کی بصارت ہی جاتی رہے یا کوئی بیماری لاحق ہو تو رونا اس رطوبت کو ان کے دماغوں سے بہا دینا ہے اور ان کے بدنوں میں صحت پیدا کر دیتا ہے اور ان کی آنکھوں میں سلامتی پیدا کر دیتا ہے۔

(توحید الائمہ صفحہ ۴۷)

رونا بچے کی قدرتی ورزش ہے جس سے نہ صرف اس کے پھیپھڑے بلکہ اس کا سارا جسم حرکت کرتا ہے جس سے بچہ پھلتا اور پھولتا ہے

سقراط کا قول ہے کہ:

"اگر بچہ نہ روئے یا کم روئے تو اس کی مختلف نفسیاتی اثرات سے رلانا چاہیئے اور ایسی حرکتیں عمل میں لاؤ جس سے بچے کو رونا آ جائے بچہ کا رونا اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے بشرطیکہ ماں کی بے احتیاطی بچہ کیلئے بیماری کا پیش خیمہ نہ ہو۔

ایک بچہ تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن اس تکلیف کا اظہار زبان سے نہیں کرسکتا۔

البتہ رونے کی آواز میں اتار چڑھاؤ کے ذریعے وہ اس کا اظہار ضرور کرتا ہے مثلاً رونے کی ایک مخصوص انداز سے دماغ میں عصبی ادوار (نروسرکٹس) کے روغام کا پتہ چلتا ہے اور ایک دورے انداز ے سے نظام تنفس میں خرابی کی نشاندہی ہوسکتی ہے۔

معرفت کا رونا

اور یہ لوگ سجدہ میں منہ کے بل گر پڑتے ہیں اور روتے جاتے ہیں اور
یہ قرآن کی ان کی خاکساری کو بڑھاتا جاتا ہے۔

(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۰۹)

اس آیت میں ان اہل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے جو کتب آسمانی کا علم رکھتے ہیں ان کے سامنے قرآن الحکیم کی تلاور کی جائے تو فوراً سر سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اس کی عظمت کے احساس سے رونا شروع کردیتے ہیں گویا اس موقع پر رونا ایک طرح کی عملی تصدیق اور حساس عظمت کا صحیح اظہار ہے۔

گریہ حسینؑ کا اخلاقی اثر

کسی شریعت اور ملت کا مقصد اصلی کیا ہے اس کا جواب ہر شخص با آسانی دے سکتا ہے کہ شرائع کا مقصد اصلی اور علت غائی اور اخلاقی تعلیم ہے۔اس میں دنیا کے تمام مذاہب تقریباً یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔کون نہیں جانتا کہ کذب، کبر، کینہ، بخل، زنا، چوری، خصائل ذمیمہ سے احتراز لازم ہے۔

سخاوت، تواضع، حلم، شجاعت، عفت، ہمدردی خصائل حسنہ کا خوگر ہونا تکمیل انسانیت ہے۔ ہر مذہب ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے لیکن یہ عقلی فیصلہ ہے کہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں جس کے واسطے ربانی معلموں کی ضرورت ہو، نہ ان کی تعلیم سے یہ خصائل ذمیمہ انسانی افراد کلیۃً دور ہو سکتے ہیں کیونکہ انسانی فطرت نہیں بدل سکتی شریعت کا خاص کام یہ ہے کہ ایسے عبادات اور فرائض مقرر کرے جس سے خود بخود فطری اصول پر خصائل حسنہ پیدا ہوں اور خصائل ذمیمہ کا ازالہ ہو جائے۔خمس وزکوۃ دیتے دیتے بخل دور ہو جاتا ہے نماز با جماعت خصوصاً ایام حج میں امیر الامراء کو غریب الغربا کے ساتھ ایک حالت میں بلا امتیاز رہنا پڑتا ہے اس کے ساتھ نفس میں کبر وغرور باقی نہیں رہتا، روزہ انسان میں غریبوں کی بھوک پیاس کا احساس پیدا کرتا ہے بہر حال تمام اسلامی احکام کی غرض صرف اعلیٰ اخلاق کا نشو ہے لیکن تمدنی اخلاق کی تعلیم سے زیادہ ضروری تعلیم وہ تعلیم ہے جس کا تعلق روحانیت سے ہے خصائل حسنہ میں ایک صفت ایسی بھی ہے جو روحانی اور اخلاقی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے وہ صفت کیا ہے؟ ''رقت قلب'' جو ایک حد تک کل خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔

علم النفس کے اصول پر رقت قلب کے پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ گریہ حسینؑ ہی ہوسکتا ہے گویا اس صفت خاص کی نشوونما کا مکمل انتظام حسین پرگیہ کے عبادت ہونے کو قرار دیا گیا ہے ایک دردناک واقعہ پر روتے روتے قلب میں دوسرے دردناک واقعات کا پورا اثر لینے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

رقت قلب کی تربیت کا بہترین ذریعہ گریہ وزاری حضرت امام حسینؑ ہی ہے کیونکہ رقت قلب ہی کے باعث گریہ ہوسکتی ہے اور گریہ اس کی مصیبت پر آتا ہے جس سے محبت اور لگاؤ ہو محبت ایسا قوی جذبہ ہے کہ اگر خالص ہو تو پیروی اور تاسی پر مجبور کرتا ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

> خدا کے حکم کی نافرمانی اور پھر اس کی محبت کا دم بھرو۔ میری جان کی قسم! یہ عجیب رویہ ہے اگر تیری محبت سچی ہوتی تو یقیناً اسکی اطاعت کرتا کیونکہ محبت کرنے والا محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ (سفینۃ البحار جلد اول صفحہ ۱۰۲)

حضرت امام حسینؑ اخلاق حسنہ کے بہترین نمونہ تھے جن کو ان سے محبت ہے وہ حسینی اخلاق کی تاسی میں حتی الوسع کوشاں رہتے ہیں

انسان وحیوان

اس دنیا میں آج تک کوئی ایک ایسا بھی نہ ملا جس کے دل میں نشترِ غم کا خزانہ ہو عام وخاص امیر وغریب، بادشاہ ورعایا، جاہل وعالم سب کے سب کم پیش غم وآلام کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہونگے۔ کون سی خوشی ہے جس کے بعد یہاں غم نہیں آیا۔ کون سی شادی ہے جس کے پیچھے نوحہ وماتم نہیں ہوا۔ صحت کی بیماری اور دولت کے بعد مفلسی نہیں آتی ہو؟

انسانی زندگی میں غم اس طرح لازم وملزوم ہے جیسے بدن میں روح یہ حقیقت ہے کہ انسان جب اس دنیا میں تشریف لایا تو غم اپنے ہمراہ لایا غم انسان کی زندگی کا ایک حصہ ہے۔ انسان اور حیوان میں جو فرق نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان میں غم وغور فکر کی صلاحیت ہے غور فکر ہی ہے جو غم کو غم بناتا ہے جبکہ حیوان میں غم وغور فکر نہیں ہوا اور نہ ہی آنسو بہانے کی اہلیت ہوتی ہے خداوند کریم نے انسان میں رونے کی صفت اس لئے پیدا کی کہ غم تو انسان کے ساتھ مخصوص کرنا تھا اور غم کے اخراج کا ذریعہ آنسو کو بنایا۔

یادرکھیں! انسان کی زندگی کے ساتھ غم کو اس وجہ سے وابستہ کیا کہ انسان کو انسان بنانا مطلوب تھا آدمی غم ہی سے انسان بنتا ہے غم کی تیزی میں انسان دنیا کو اس کے حقیقی روپ میں دیکھتا ہے اور اس کو بے وفائی اور کم مائیگی کا نقش اس کے دل میں جم جاتا ہے اور اب اس کے اندر عمیق نظر سے غور فکر کی عادت پیدا ہو جاتی ہے یہی دو چیزیں آدمی کو انسان بنادیتی ہیں انسان اور حیوان میں تمیز ظاہر کرتی ہے۔

انسان اگر حیوان سے ممتاز ہے تو رحم وکرم اور اخلاق وشرافت کی بنیاد پر اور یہ صفات عالیہ ممکن نہ ہوتیں اگر انسان کو لذت غم نصیب نہ ہوتی"۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان میں سنجیدگی اور بردباری لاتا ہے فکر کی قوتوں کو بیدار کرتا ہے عمل کی صلاحیتوں کو جگاتا ہے نیکی کی راہ دکھاتا ہے انسان کو اس کے حقیقی شرف ومنزلت سے ہمکنار کردیتا ہے۔

آنسو کیا ہیں اور کیوں نکلتے ہیں؟

آنسوؤں کی کوئی زبان نہیں ہوتی اور پھر بھی یہ ایک داستان سنا دیتے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو مظلوم کی زبان کون سمجھتا۔

یہ آنسو اتنے کارآمد ہیں تو آخر بنتے کہاں ہیں جو انسان کے باطنی علامت کا پردہ چاک کر دیتے ہیں میڈیکل کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو یہ آنسو قدرت نے آنکھوں کے اندر غدود رکھے ہیں جن کو غدود دمعیٔ کہا جاتا ہے یہ ایک نمکین اور شفاف رُطوبت تیار کرتے ہیں جو آنکھوں کو تر رکھتی ہے اور گرد و غبار اور میل وغیرہ سے آنکھوں کو بچائے رکھتی ہے اور جب یہ احساسات بڑھ جاتے ہیں تو دمعیٔ پر بے اختیار دباؤ پڑتا ہے تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے جو روکے نہیں رکتی علم طب کی رو سے آنسوؤں کا بہہ جانا اچھا ہوتا ہے جس سے دل و دماغ پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

غموں کے مواقع۔ پر رونا در حقیقت اظہار غم کا ایک ذریعہ ہے اس لئے ہم اپنے دلی جذبات کا اظہار زبان کے بجائے آنسوؤں کے ذریعہ کرتے ہیں۔

صدموں کی وجہ سے دماغی پردوں میں ورم پیدا ہو سکتا ہے جیسے طبی اصلاح میں سمپل مینی گیٹیس (Simplele Meningitis) کہتے ہیں دعا اور ذکر حسینؑ میں آنسو بہانے سے دماغ ہلکا ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ دماغی پردوں کی سوزش میں نمایاں کمی واقع ہونے لگتی ہے اور جسم ہلکا محسوس ہونے لگتا ہے اور جسم کے تمام رگوں میں خون پوری طرح گردش کرنے لگتا ہے اور ہمارے عضلات مکمل طور پر کام کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور ہم اپنے اندر عجیب چستی اور پھرتی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ڈاکٹر تھامس شیلف

(Dr. Thomes Sceff) جو کہ کیلیفورینا یونیورسٹی میں سوشیالوجی کے پروفیسر کہتے ہیں کہ غم اور اندوہ کو دور کرنے کیلئے گریہ ایک ضروری شرط ہے اور آنسو اس کا حیاتیاتی جزو ہیں رونے سے غم واندوہ کا دباؤ دور ہو جاتا ہے اور جذباتی گھٹن سے بخوبی نجات مل جاتی ہے۔

کیا حسینؑ کے غم میں رونا بزدلی ہے؟

رونا بزدلی کا مظاہرہ ہے، قلب کی کمزوری کا اظہار ہے اور اس اعتبار سے جہاں انسانوں کہ شایان شان نہیں کہا جا سکتا!

اپنی مصیبت پر رودینا بزدلی ہے اس لئے دنیا اس کی مخالفت کرتی ہے۔ دوسرے کی مصیبت پر رونا اور بے چین ہو جانا شرافت ہمدردی گدز قلب اور رحم کی مثال ہے اس لئے اس کی ہر شخص تعریف کرتا ہے اپنی مصیبت پر مسکرا دینا صبر و شجاعت کہلاتا ہے دوسرے کے مصائب پر مسکرا دینا شقاوت اور سنگدلی کا مظہر تصور کیا جا سکتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام اپنی مصیبت پر رودیتے تو بزدل کہلاتے وہ مسکراتے ہوئے مصائب کا مقابلہ کرتے رہے اس لئے صابر اور شجاع کہلائے۔ ہم حسینؑ کے مصائب پر حسین ابن علیؑ ایک انسانیت کے ہیرو سمجھ کر روتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہید کربلا کی داستان سن کر گریہ وزاری کرنے سے ہمت و حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ہمت و حوصلہ انسان میں ظالم کے خلاف قوت کا سبب بنتا ہے اور بزدل دلیر ہونے لگتا ہے۔ شہادت حسینؑ میں مقصدیت ہے جو انسان کو عزم و استقلال کا سبق دیتی ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ نامساعد حالات میں بھی انسان کے قدموں میں لغزش نہیں آنی چاہیے۔

ذرا سوچیئے تو اپنی مصیبت پر رونا تو بزدلی ہے۔ اب اگر دوسروں کی مصیبت پر رونا بھی غلط مان لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ قدرت کا وہ عجیب اور عظیم عطیہ جسے آنسو کہا جاتا ہے۔ قطعاً بے سود اور بے کار سی شے ہے اور قدرت نے ہماری آنکھوں میں

محبت کے جو موتی چھپا رکھے ہیں وہ دراصل ایک فعل محبت ہے جو قدرت نے انجام دیا ہے۔ فطرت انسان کے خلاف کتنی بڑی بغاوت! قدرت پر کتنا پر ہولناک الزام ہے کاش کہ یزید کے ہوا خواہ غم کی اہمیت کو سمجھ سکتے۔

دائمی غم

شہادت امام حسین کا ایک مقصد دنیائے انسانیت کوایک ابدی و دائمی غم عطاء کرنا بھی ہے امام سے زیادہ ماہر فطرت انسان کون ہوسکتا ہے غفلت ولاشعوری کا شکار ہونا انسانی فطرت ہے انسان ہے ہی غافل اوراس کی اس غفلت کودور کنے کا واحد مجرب نسخہ دل کو چوٹ دینا ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جس سے کوئی انکارنہیں کرسکتا کہ برے براانسان اس وقت گناہ کی طرف مائل نہیں ہوتا جب اسے کسی قسم کا کوئی غم ہو۔ مثلاً ایک فاسق ترین شخص کا بیٹا مر گیا ہوتو اس وقت برائی جس شکل انداز میں بھی ہواس کی ترغیب گناہ دے وہ گناہ نہیں کرتا اس کا دل ہی نہیں چاہتا اس وقت گناہ کرنے کو یعنی بات یہ سمجھ میں آئی کہ انسان غفلت ولاشعوری سے تب ہی بچ سکتا ہے جب اسے کوئی مستقل غم ہو۔ انسانیت کوایک غم دینے کیلئے سرکار سید الشہداءؑ نے کربلا میں اپنا سب کچھ لٹادیا۔ امام حسینؑ سے محبت کا یہ تقاضہ ہے کہ امام اور حکم امام کواپنی جان، اپنے دل، اپنے ناموس اوراپنی اولاد غرض یہ کہ اپنی ہر چیز سے زیادہ عزیز سمجھا جائے۔

غم حقیقی کی پہچان یہ ہے کہ غم لاحق ہوتو انسان برائی کی طرف مائل ہی نہیں ہو سکتا غم شدید بھی لاحق ہواور گناہ بھی سرزد ہو جائے یہ فطرت کے خلاف ہے فطرت کے اصول کبھی بھی نہیں بدلتے ان قوانین کوکبھی تغیر نہیں۔ امام حسینؑ کا غم حقیقی یہ ہے کہ امام حسینؑ کورونے والے یزیدیت کے افعال (گانا بجانا، شراب پینا، ظلم وستم بدعتوں کورواج دینا)، وغیرہ سے عملی طور پر کنارہ کش ہو جائیں اگرانہیں جتنا غم امام حسین بن علیؑ ہوگا لازمی طور پر ہر برائی سے بچ جائیں گے۔ برائی انفرادی ہو یا اجتماعی برائی تو برائی ہی ہے اس کوختم کرنا یا دور رہنا ہی تاسی حسین ابن علیؑ ہے۔

امام حسینؑ پر گریہ ایک معجزہ ہے

اولاد سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں ہوسکتا فطرت نے جو تعلق اولاد کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ دوسرے کے ساتھ ممکن نہیں لیکن بیٹا مر جائے تو ماں باپ ، بہن بھائی کے غم کی کوئی انتہا ہیں ہوتی وہ روتے ہیں تڑپتے ہیں چیختے ہیں اور اپنے دردانگیز جملوں سے بین سے دوسروں کا کلیجہ بھی ہلا دیتے ہیں لیکن گریہ دو چار دن سے زیادہ نہیں ہوتا اور ایک مدت کے بعد کوشش سے بھی یہ گریہ نہیں آتا وہ صرف ایک ہلکی سی آہ اور دبی دبی سی سسکی لے کر خاموش ہوجاتے ہیں چند سال گزر جائیں تو پھر یہ کیفیت بھی باقی نہیں رہتی ایسی حالت می ہم یہ دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال کے بعد بھی لوگ امام حسینؑ پر روتے ہیں، دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں بے ہوش ہوجاتے ہیں۔

ماہر نفسیات اس کو عقلی توجیہ پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں اس کی کوئی سائنٹیفک یا منطقی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی ہماری عقل اس موقع پر حیران ہوجاتی ہے لیکن عقل منطق ، سائنس اور نفسیات کے تمام اصولوں کو توڑ دینے والا یہ واقعہ ساری دنیا میں ہر جگہ ظہور میں اتا ہے اور محرم میں طول وعرض عالم میں ہر مجلس میں دیکھا جاسکتا ہے اسے معجزہ نہ کہا جائے تو کیا کہا جاسکتا ہے۔

علم النفس میں جذبات کے متعلق یہ اصول ہے کہ خوشی اور مسرتوں کے جذبات میں کھویا رہنا چاہتا ہے اور تکلیف اور غم سے انسان دور بھاگتا ہے۔ مسرتوں می؟ محمد حیات ہے اس وجہ سے اس کو باقی رہنا چاہیئے۔

غموں کو زندہ رکھنا حیات کیلئے مضر ہے اس سبب سے انکو فنا ہونا ضروری ہے لہٰذا یہ قطعی امر ہے کہ کوئی صدمہ دیر پا نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ کیسا غم ہے کہ چودہ سو سال ہو چکے ہیں پھر بھی کسی طرح کم نہیں ہوا بلکہ ہر سال ترقی ہی کرتا چلا جا رہا ہے۔

علم النفس کا اصول ہے کہ کسی شے یا امر کے متعلق کوئی جذبہ دوبارہ یکساں نہیں ہو سکتا بلکہ کم ہوتا رہتا ہے ہاں اگر طول مدت ہو جائے تو فرق محسوس ہو گا اور بالکل ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ محسوسات میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کے احساس کے ساتھ نظام نروس میں جس کا مرکز دماغ ہے کسی قسم کی تحریک نہ ہوتی ہو یہ نروس بار بار متحرک ہو جانے سے تھک جاتی ہے اور پھر تحریکات جو پیدا ہوتی ہے وہ ضعیف ہوتی ہیں ہاں اگر دو تحریکوں کے درمیان میں فصل کافی دے دیا جائے تو پھر اپنی قوت کے ساتھ متحرک ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی اور اسباب سے کچھ فرق رہیگا مثال کے طور پر کسی شاعر کی نئی غزل لیجئے جو لطف پہلی بار آئے گا وہ دوسری بار نہیں آ سکتا اب غزل کو ہر دوسرے تیسرے روز پڑھا کیجئے تو چند روز میں اثر بالکل جاتا رہے گا۔ کسی خوش نما عمارت کو دیکھئے پہلی مرتبہ آپ کو دیکھ کر حیران رہ جائیں گے مگر بار بار دیکھنے سے فرحت اور استعجاب کا اثر قطعاً رخصوت ہو جائے گا یہی حال غم والم کے جذبہ کی ہے کسی دردناک قصہ کا واقعہ کسی تاریخ میں پڑھئے اس کا جو اثر پہلی مرتبہ قلب پر ہو گا وہ دوبارہ نہ ہو گا اگر روز وہی قصہ پڑھئے یا سنئے تو کچھ اثر نہ ہو گا اب ان مجالس کو ملاحظہ فرمائیں وہی قصہ ہے کہ روز دوہرایا جاتا ہے ایام محرم میں دن رات میں دس دس مرتبہ اور یوں بھی ہر سال بھی میں بار بار ان ہی واقعات کو سنتے اور روتے چیختے ہیں سر و سینہ پیٹتے ہیں، علم النفس کے چار اصول ایسے ملے ہیں جس کو یہ گریہ صاف باطل کر دیتا ہے۔

اول۔ محض کافی تصور کا اس زمانہ میں محال ہونا جو اور واقعات سے زیادہ اس پر گریہ

کے واسطے مفید ہوگا۔

دوئم۔ بقا اور دوام کسی تکلیف کے جذبہ کا محال ہے۔

سوئم۔ تکرار پر کوئی جذبہ خوشی کا ہو یا غم کا باقی نہ رہنا چاہیئے۔

چہارم۔ اکثر حالات میں کسی نہ کسی سخت جذبہ کا تصادم لازمی ہے جس کو گریہ کا مانع ہونا چاہیئے۔

اگر قوانین فطرت میں سے کسی ایک میں بھی فرق ہو جائے تو اسے معجزہ کہیں گے۔ یہاں چار مختلف قوانین کا فرق اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اس کو معجزہ نہ کہیں تو اور کیا کہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ معجزہ ہے۔ یہ خدا کی جانب سے حسینؑ کی مظلومیت کا انعام ہے یہ ان آنسوؤں کی قیمت ہے جو حسینؑ کے گھرانے کی خواتین کی آنکھوں میں لہرائے تو تھے لیکن لشکر عمر سعد کے مظالم کے نتیجہ میں دامن تک نہ آسکے تھے۔

ہماری

عزاداری

ماضی

تا دورِ حاضر

کے مظالموں کے ظلم

کے خلاف بطورِ احتجاج

مظلوموں کی حمایت

ومصائب میں ہے۔

عزاداری کیا ہے؟

عزاداری حیاتِ انسانی کا گرانقدر سرمایہ کا نام ہے۔

عزاداری فروغ انسانیت کیلئے موثر اور مقدس تحریک کا نام ہے۔

عزاداری دنیا کے حریت پسندوں کیلئے مشعل ہدایت کا نام ہے۔

عزاداری صلاح معاشرے کے قائم کرنے کا نام ہے۔

عزاداری کتاب وحکمت اور اخلاقی امور کو بڑھانے کا نام ہے۔

عزاداری طاغوتی طاقتوں کا حیلہ ومکر وفریب کو عیاں کرنے کا نام ہے۔

عزاداری فاسق وفاجر کو ووٹ نہ دینے کا نام ہے۔

عزاداری فکر وعمل کی قوتوں کو ابھارنے کا نام ہے۔

عزاداری تزکیہ نفس اور روحانیت کو اجاگر کرنے کا نام ہے۔

عزاداری حق پسندی، باطل شکنی، ایثار وقربانی، ثبات واستقلال۔

صداقت وشجاعت، راست گوئی، اصوُل پروری، صبر ورضا

اطاعتِ حق فکر دین جوشِ ایمانی پیدا کرنے کا نام ہے۔

عزاداری مجرمین اور ظالمین کے خلاف آواز بلند کرنے کا نام ہے۔

عزاداری عزاداری استقامت، بصیرت، بیداری اور شعور کی درستگاہ کا نام ہے۔

عزاداری عزاداری زندگی کے تمام شعبہ جات کی بدعنوانیوں وخرابیوں کی اصلاح کرنے کا نام ہے۔

عزاداری مردہ ضمیروں کو زندہ کرنے کا نام ہے۔

عزاداری شریعت کی بنیاد کی بقاء کا نام ہے۔

عزاداری آئمہ معصومین علیہم السلام سے وابستہ ہونے اور ان پر ظلم کرنے والوں سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے کا نام ہے۔

عزاداری معاشرے کو فتنہ وفساد کو سرے سے پاک کرنے کا نام ہے۔

عزاداری دین میں داخل کیئے جانے والے انحرف اور خرافات کے خلاف مسلسل جدوجہد کرنے کا نام ہے۔

عزاداری کے دو حصے ہیں۔

☆ مصائب حسینؑ ☆ مقصد حسینؑ

مصائب حسینؑ ۔۔۔ حسین ابن علیؑ مقصد الٰہی کیلیے جدوجہد کرتے ہوئے جو مصیتیں امام حسین علیہ السلام پر پڑی انکو سن کر گریہ و ماتم کرنے کا کا نام مصائب حسین علیہ السلام ہے۔

یہ گریہ وزاری اور ماتم انسان کا فطری تقاضہ ہے خداوند عالم نے ہمارے جسم کو ایسا ہی تخلیق کیا ہے کہ ہم دنیا کے کسی بھی مظلوم کی داستان سنیں یا درد بھری فلم یا ڈرامے دیکھیں تو بے اختیار گریہ وزاری کرنے لگتے ہیں اور اس مظلوم سے ہمدردی، محبت اور حمایت کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے اور ظالم سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

شقی، القلب یا ذہنی مریض انسان کسی مظلوم کی داستان سن کر یا ایسی فلم دیکھ کر اس کا دل مغموم نہیں ہوتا اور اس کے دل میں احساس و ہمدردی پیدا نہیں ہوتی۔

انسانوں کیلیے مصائب حسینؑ! وہ راستہ ہے جو مقصد حسین مقصد الٰہی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔۔۔ اگر آپ ذکر حسینؑ سے مقصد حسین پر گامزن نہیں ہیں تو پھر اپنے

گریہ وماتم اور مجالس پر نظر ثانی کریں۔۔کیا ہم معفت سے گریہ وزاری کرتے ہیں یا نہیں؟ مصائب حسینؑ کا ذکر سن کر گریہ وزاری کرنے سے انسان میں خارجی محرکات کی مدد سے انسان اپنے اندر لاشعوری کی گہرائیوں میں دبے ہوئے نقوش کو ابھار کے شعور کی سطح پر لے آئے اس طرح انسان میں دبی مثبت قوتیں ابھر کے معاشرے کی اصلاح کر سکے۔

محبان حسینؑ! اپنے ضمیر کا محاسبہ کریں!!

حسین ابن علیؑ جو چاہتے ہیں۔۔۔۔کیا وہ آپ بھی چاہتے ہیں جس سے وہ نفرت کرتے ہیں تو کیا آپ بھی اس سے نفرت کرتے ہیں؟

۔۔۔کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ فکر حسینؑ، مقصد حسینؑ کے خلاف عمل کر رہے ہیں؟

حضرت امام حسینؑ یہ چاہتے تھے کہ

☆ امت جد کے امور کی اصلاح

☆ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احیاء

☆ امت مسلمہ کو انتشار وافتراق سے نجات دلانا

☆ اپنے جد محمد مصطفیٰ ﷺ اور والد گرامی علی المرتضیٰؑ کی سنت وسیرت کی پیروی کی دعوت دینا۔

کیا آپ اپنے نفس اور اپنے معاشرے کی برائیوں کی اصلاح اور اپنے کردار سے امت مسلمہ کو انتشار وافتراق سے نجات دلوانے کی کوشش کر رہے ہیں؟

یاد رکھیں جو لوگ اختلافی مسائل پر گفتگو یا تقریریں کر کے ملت اسلامیہ میں انتشار وافتراق پیدا کرتے ہیں دراصل وہ یزیدیت کو کامیاب بنا رہے ہیں اور پھر بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم حسینؑ ابن علیؑ سے محبت کرتے ہیں۔ ایسے لیڈر، علامہ ذاکر اور ملا یزیدی

ٹولے کے ایجنٹ ہیں جو شیعہ سنی کا لبادہ اوڑ کر ملت اسلامیہ میں انتشار پیدا کر رہے ہیں اور ملت اسلامیہ کو علاقائی، لسانی، مذہبی بنیادوں پر تقسیم کر کے مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

دراصل مقصد حسینؑ کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والے یہی کم پڑھے لکھے علامہ و ذاکر درباری ملا اپنی تقریروں میں مقصدِ حسینؑ کا کوئی ذکر نہیں کرتے بلکہ عوام الناس کو اپنے الفاظوں و آواز اداکاریوں کے فریب میں پھنسا کر ان کی دولت لوٹ لیتے ہیں جیسے کہ امام حسن عسکریؑ کا ارشاد ہے:

> امام حسن عسکریؑ نے لوگوں کی شناخت ایسے نمایاں طریقہ سے فرمائی ہے کہ ان لوگوں کی تصویر بالکل سامنے آ جاتی ہے اور معصوم کا ایک ایک جملہ بالکل فٹ بیٹھتا ہے۔ علماء میں سے ایک ٹولہ بھی ہے جو ہمارے دوستوں اور موالیوں سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ اور یہ ٹولہ اس پر تو قادر نہیں کہ کھلم کھلا ہمارا نام لے کر ہماری قدح کرتے اور ہماری برائی کر سکے (کیونکہ یہ ٹولہ ڈرتا ہے کہ کہیں مولائی واصل جہنم نہ کر دیں) یہ ٹولہ ہمارے کچھ علوم پڑھ لیتا ہے اور انہی علوم کی وجہ سے ہمارے شیعوں اور موالیوں کے نزدیک قابل احترام بن جاتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ ہمارے کم علم سادہ لوح شیعہ اس ٹولے کی عزت کرنے لگے ہیں تو پھر یہ ٹولہ ہماری ذوات مقدسہ میں عیب و نقص دکھاتا ہے اور ہمارے دوستوں کے دشمنوں کے سامنے ہمارے عیوب بیان کرتا ہے اور پھر اپنے قیاس و اجتہاد سے ان پر چھوٹے نقائص اور عیوب کو بڑھا کر بیان کرتا ہے اور پھر اپنے قیاس

واجتہاد سے ان پر جھوٹے نقائص اور عیوب کو بڑھا کر بیان کرتا ہے حالانکہ ہم ان نقائص وعیوب سے مبرا ہیں ہمارے سادہ لوح کم علم شیعہ یہ سمجھ کر کہ یہ ٹولہ علوم بیان کرتا ہے، اس کی باتوں میں پھنس جاتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں اور یہ ٹولہ ان بیچاروں کو گمراہ کر لیتا ہے۔ یہ ٹولہ ہماری کم علم سادہ لوح شیعوں کیلئے لشکری یزید ضرر رساں ہے جس نے حسینؑ ابن علیؑ اور ان کے اصحاب پر ظلم کیا تھا۔ کیونکہ یہ ٹولہ سادہ لوح کم علم شیعوں کی روح ایمان بھی سلب کر لیتا ہے اور ان کا مال لوٹ کھسوٹ لیتا ہے یہی تولہ، علماء سو ہے۔ یہی ٹولہ ہمارے موالیوں سے بغض وعناد رکھتا ہے اور انہیں اپنے دام میں پھنسانے کیلئے یہ کہتا ہے کہ ہم تو اہلبیتؑ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں یہی ٹولہ بھیس بدل کر (یعنی ہمارے دوست بن کر) ہم علم شیعوں کے دلوں میں شک وشبہہ داخل کر دیتا ہے (جس کے بعد وہ بیچارے الجھنوں میں پھنس کر ہماری عظمت و شان پر ایمان ویقین سے محروم ہو جاتے ہیں) اور یہی ٹولہ انہین گمراہ کر دیتا ہے اور حق صریح وخالص سے ان بیچاروں کو روک دیتا ہے۔

(حقائق الوسائط جلد اول صفحہ ۱۰۷) احتجاج طبرسی صہ ۲۳۶

مقصد حسینؑ بکلام حسینؑ

حضرت امام حسینؑ کا اپنے بھائی محمد بن حنفیہؒ کے نام وصیت نامہ سے ظاہر ہے۔

حسین ابن علیؑ گواہی دیتا ہے کہ پروردگار عالم کے علاوہ اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ بے مثل و بے مثال ہے۔ یہ حسینؑ گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ خدا کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں وہ ذاتِ حق سے دین لائے ہیں۔ بہشت و دوزخ اٹل حقائق ہیں قیامت کا آنا برحق ہے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا۔ خداوندِ عالم اس دن ان مردوں کو زندہ کریگا جو عرصہ سے قبروں میں دفن ہیں۔

میں حسینؑ ابن علیؑ فتنہ و فساد، ظلم و ستم اور سرکشی کیلئے گھر بار چھوڑ کر نہیں جا رہا۔ اس تحریک سے میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ میں امت جد کے امور کی اصلاح کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احیا کروں، امت مسلمہ کو انتشار و افتراق سے نجات دلاؤں۔ اپنے جد محمد مصطفیٰ اور اپنے والدِ گرامی قدر علی المرتضیٰؑ کی سنت و سیرت کی پیروی کی دعوت دوں اور جو کوئی میرے مقاصد کی پیروی کرتے ہوئے اس دعوت پر لبیک کہے تو اس کے لئے یہ بہت بہتر ہے اور خداوند عالم قبولیت حق کیلئے سزاوار ہے۔

(بحار جلد ۴۴ صفحہ ۳۳۲)

امام حسینؑ نے وارد کربلا ہونے سے قبل " بیضیہ " کے مقام پر اپنے ساتھیوں اور حر بن یزید کے لشکروں سے خطاب میں فرمایا:

اے لوگو! رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ایسی حکومت دیکھے جس نے ظلم و جور کو اپنا شعار بنالیا ہو، قوانین الٰہی میں تجاوز کرتی ہوں خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ کیئے ہوئے عہد و پیمان کو درہم برہم کررہی ہو۔ سنت رسول ﷺ کے برخلاف عمل پیرا ہو اور خدا کے بندوں کے ساتھ ظالمانہ و جابرانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہو۔ تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے گفتار و کردار سے اس کے ظلم وستم اور گناہ کا سدباب کرنے کی کوشش کرے۔ جو کوئی یہ فرض پورا نہ کرے تو خداوندِ قدوس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس شخص کو اس حکومت کے ارکان کے ساتھ عذاب میں مبتلا کردے۔

پھر ارشاد فرمایا: جان لو کہ یہ لوگ (یزید اور اس کے معاونین) شیطان کی پیروی کررہے ہیں اور اس کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ انہوں نے اطاعت خداوندی سے منہ موڑ لیا ہے۔ اس کے احکام کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور کھلم کھلا دین اسلام کو تباہ و برباد کررہے ہیں۔ انہوں ن ے اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کیا ہے۔ عوام کے خزانے اور مسلمانوں کے مال و دولت کو اپنے لئے مخصوص کررکھا ہے۔ محرمات الٰہی کو انہوں نے حلال قرار دے لیا ہے اور خدا نے جو کچھ حلال قرار دے لیا ہے اور خدا نے جو کچھ حلال قرار دیا ہے اسے حرام کرلیا ہے۔ تمام مسلمانوں میں سے مین اس کام کیلئے بہترین ہوں کہ ان برائیوں کے سدباب کیلئے کمربستہ ہوجاؤں۔

(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۳۰۴)

قرآن کریم میں ارشادِ باری ہے۔

''حدودالٰہی سے تجاوز کرنے والوں کی اطاعت نہ، کیونکہ یہ لوگ ہیں جو روئے زمین پر فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے''۔

(الشعراء ۱۵۱۔۱۵۲)

ایک اور جگہ ارشادِ باری ہے۔

''جو لوگ بھی بندگاہ خدا پر ظلم وستم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ان لوگوں کے خلاف آواز بلند کرنا ہر شخص کا فریضہ ہے''۔

(شوریٰ آیت ۴۲)

حضرت امام حسینؑ کی تحریک مقصد حکومت کے تمام شعبوں میں سنت پیغمبرؐ کا احیاء اور بدعتوں کا خاتمہ تھا۔

ہمارا گریہ و ماتم۔۔۔۔۔ان بادشاہوں اور حکمرانوں کے خلاف احتجاج میں ہے جو یزیدی صفت اور بے راہ رویوں کا شکار تھے اور شراب و معشوق کو ترک نہیں کرتے۔ ماضی کے یزید پر تمام مورخین متفق ہیں کہ یزید ہرگز حکومت وسلطنت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل نہ تھا۔اس کی زندگی عیش وعشرت اور مخواری میں گزرتی تھی اس کی رات شراب کی مستی میں اور دن حالت خمار میں گزرتا تھا اس کی زندگی کا مقصد شراب شباب کے سوا کچھ نہ تھا طہٰ حسین لکھتے ہیں کہ:

''وہ کبھی لہو ولعب اور فسق و فجور سے نہ اکتاتا تھا''۔

علی و دو فرزندش صفحہ ۲۶۲

حسین علیہ السلام کی نظر میں یزید

امام حسین علیہ السلام کا خط معاویہ کے خط کے جواب میں جس میں ارشاد فرماتے ہیں جو کچھ تو نے یزید کی لیاقت اور امت اسلامی امور چلانے کی اہلیت کے بارے میں لکھا ہے وہ معلوم ہو گیا۔

اے معاویہ تو لوگوں کو یزید کے بارے میں دھوکہ دینا چاہتا ہے گویا کہ و کسی ایسے شخص کا تعارف کرا رہا ہے جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ یا غائب ہو جسے لوگوں نے دیکھا ہی نہ ہو یا اس کو صرف تو ہی جانتا ہو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یزید نے خود اپنے آپ کو پہنچوایا ہے اور اپنا ضمیر فاش کر دیا ہے۔ یزید کا تعارف کرانا ہے تو یوں کراؤ کہ یزید کتوں سے کھیلنے میں مصروف رہنے والا ایک ابوالہوس آدمی ہے اور اپنا بیشتر وقت راگ ورنگ اور رقص و سرور کی محفلوں میں گزارتا ہے۔ یزید کا ایسا تعارف کراؤ اور اس کے علاوہ سعی حاصل نہ کر۔ (الامامہ والسیاسیہ جلد اول صفحہ ۱۹۵)

ایک جگہ امام حسینؑ نے فرمایا:

یعنی اگر امت اسلامیہ یزید جیسے حکمران سے دوچار ہو

نائے تو اسلام کا خدا حافظ ہے۔ مثیر الاحزان صفحہ ۱۴

ایک اور جگہ آپ نے فرمایا:

یزید ایک شراب خور انسان ہے جو نفس محترمہ کا قاتل ہے

مجھ جیسا تجھ جیسے کی بیعت ہرگز نہیں کر سکتا۔

(المقتل المطفوف صفحہ ۹)

اس وقت مسلمانوں کی معاشرتی، سماجی اور ثقافتی حالت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ اطاعت خلیفہ کو دین سمجھتے تھے اور خلیفہ ایسا تھا کہ جو اپنے عمل کے ذریعہ واضح کر رہا تھا کہ اسلام باطل ہے۔

اس لئے امام حسینؑ بیان کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ خلیفہ کے خلاف قیام ممکن ہے اس کی اطاعت لازم نہیں۔

کیونکہ امام حسینؑ سید الشہداء اوصیاء پیامبر اسلام میں سے تھے ان کا اصل فریضہ شریعت اسلام کی حفاظت تھا۔

کیا ہمارے دور کے حکمران ایسے تو نہیں ہیں جو شراب شباب راگ ورنگ اور رقص وسرور کی محفلیں سجاتے ہیں اور نیک لوگوں پر ظلم وستم کرتے ہیں ان کی دولت سے عیش وعشرت کرتے ہیں؟

ایسے افراد کو ووٹ نہ دیان اور انکے خلاف آواز بلند کرنا تاسی قرآن الحکیم اور حضرت امام حسین ابن علیؑ ہے۔

ارشاد قرآن کریم ہے کہ!

اور ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا، وہاں کے عیش وعشرت میں پڑے (آسودہ حال) لوگوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، ہم ان کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں''۔

(سورۃ سبا آیت ۳۴)

پس تم سے پہلے والے زمانے اور نسلون کے لوگوں میں
سے ایسے صاحبانِ عقل کیوں نہ پیدا ہوئے جو لوگوں کو
زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے، علاوہ ان چند افراد
کے جنہیں ہم نے نجات دے دی اور ظالم لوگ تو اپنے
عیش کے ہی پیچھے پڑے رہے اور یہ سب کے سب مجرم
تھے اور آپ کے رب کا کام یہ نہیں کہ کسی بستی کو ظلم کر کے
تباہ کر دے، جبکہ اس کے رہنے والے اصلاح کرنے
والے ہوں۔

(سورۃ ہود آیت نمبر ۱۱۷۔۱۱۶)

ہمارا گریہ وماتم ۔۔۔ان کے غم میں ہے جو اسلامی قانون کی حفاظت کرتے ہوئے
شہید کو گئے۔

اہل بصرہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط

حسین ابن علیؑ ایک نمائندے کو خط دیکر تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اور تمہیں
کتاب خدا اور اتباع سنت پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دے رہا ہوں، کیونکہ سنت
رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرے سے ختم ہو چکی ہے اور اس کی جگہ خلاف سرع کاموں نے لے لی
ہے۔ اگر تم لوگ میری دعوت پر لبیک کہو اور میرے حکم پر سر اطاعت کمر کر دو تو سعادت
ونجات کی راہ پر لے چلوں گا۔

تارخ طبری جلد ۴ صفحہ ۲۲۶

کامل ابن اثیر جلد ۳ صہ ۲۶۸

ارشاد حضرت امام حسینؑ ہے کہ

خدا نے جو کچھ حلال قرار دیا ہے اسے حرام کرلیا ہے۔

تاریخ طبری جلد ۴ صہ ۳۰۴

ہمارا گریہ و ماتم ۔۔۔۔ان لوگوں کے احتجاج میں ہے جنہوں نے عوام الناس کو فکروں کو روحانیت سے ہٹا کر مادیت کی طرف گامزن کیا جس کی وجہ سے لوگوں میں حرص لالچ وطمع اور اقتدار کی ہوس کی بناء پر صالح انسانوں کو اذیت دیکر شہید کیا۔

ارشاد حضرت علی علیہ السلام۔۔۔۔

☆ وہ گھاٹے میں ہے جو دنیا ہی میں مشغول رہا اور آخرت کا حصہ کھو بیٹھا۔

تجلیات حکمت صہ ۱۸۷

☆ حد درجہ لالچ سے بچو کیونکہ یہ تقویٰ کو تباہ کر کے جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔

☆ ہر چیز کا بیج ہوتا ہے اور برائی کا بیج حد درجہ لالچ ہے۔

☆ کثرت حرص اپنے مرتکب کو بدبخت کر دیتی ہے اور اپنے اطرافیوں کو مار ڈالتی ہے۔

تجلیات حکمت صہ ۱۳۳

☆ حرص کے ہوتے ہوئے حرام سے اجتناب نہیں ہوسکتا۔

تجلیاتِ حکمت صہ ۱۳۱

ارشادات حضرت امام حسین علیہ السلام

تم صرف اس لئے میرے خلاف لڑ رہے ہو کہ تمہیں بنی امیہ نے دنیا کے حرام مال کا ایک معمولی حصہ دے دیا تا کہ تم ذلت کی زندگی بسر کرو۔ حالانکہ میں کوئی چھوٹا گناہ بھی نہیں کیا۔ وائے ہائے ہو تم پر کہ تم نے ہم سے دوری اختیار کی اور ہم کو چھوڑ دیا۔

اعیان الشیعہ اول صہ ۱۵۵

جان لو کہ یہ لوگ شیطان کی پیروی کر رہے ہیں اور اس کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں انہوں نے اطاعت خداوندی سے منہ موڑ لیا ہے۔

تاریخ طبری جلد ۴ صہ ۳۰۴

شمر جب امام حسینؑ کو شہید کرنے کیلئے آگے بڑھا تو امام نے فرمایا:
تو جانتا ہے کہ تو کسے قتل کر رہا ہے؟

اس نے جواب: ہاں ہاں! میں پوری طرح آپ کی معرفت رکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کی مادر گرامی فاطمہ زہرا سید النساء العالمین، پدر گزرگوار علی مرتضیٰؑ اور آپ کے جد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ یہ جانتے ہوئے میں آپ کو قتل کرنے آیا ہوں"۔
امامؑ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر کہ تو اس طرح میری معرفت رکھتے ہوئے بھی مجھے قتل کرتا ہے"۔

اس نے کہا:
"ہم آپ کو قتل کر کے یزید سے منصب اور انعام لیں گے۔
امامؑ نے شمر سے پوچھا کہ:
تجھے میرے جد کی شفاعت زیادہ پسند ہے یا یزید کا انعام و کرام؟
تو اس ملعون نے جواب دیا کہ:
"یزید کی طرف سے ملنے والا انعام و اکرام مجھے آپ کے جد کی شفاعت سے زیادہ محبوب ہے۔

انصار حسینؑ صہ ۳۲۶

ابن زیاد نے عمران سعد کو ایک پروانہ لکھ کر دیا کہ اس کو اس کی کارکردگی کے صلہ میں "حکومت رے" عطا کی جاتی ہے۔ وہ "رے" کی طرف جانے کی تیاریوں میں

مشغول تھا اور لشکر تیار کر رہا تھا کہ اس اثناء میں امام حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے۔

ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا کہ پہلے کربلا جا کر حسینؑ کے مسئلہ سے فارغ ہو لے، پھر ''رے'' کا رخ کرنا۔ اس پر عمر سعد نے کربلا جانے سے معذرت چاہی تو عبید اللہ ابن زیاد نے کہا۔

اگر تم یہ کام کرنے سے انکار کرتے ہو تو وہ پروانہ جس میں تم سے حکومت ''رے'' کا وعدہ کیا گیا ہے مجھے واپس کردو۔

عمر سعد خود کو حسینؑ کے قتل میں ملوث کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن حکومت ''رے'' کی چاہت نے اسے تذبذب میں مبتلا کر دیا۔ اس نے ابن زیاد سے مہلت طلب کی تا کہ اس ۳۴ پر غور کر سکے۔ پھر اپنے عزیزوں سے اس سلسلے میں مشورہ طلب کیا تو اس کے بھانجے حمزہ ابن مغیرہ شعبہ نے کہا:

''اے عم! میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ حسینؑ کے قتل سے اپنے دامن کو بچاؤ ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے۔ تمہارے لئے مال دنیا سے محروم ہو کر مرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ حسینؑ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ کر قیامت میں محشور ہو''۔

لیکن حکومت ''رے'' کی محبت نے عمر سعد کو اس نصیحت کو قبول کرنے سے باز رکھا۔ چنانچہ اس نے حمزہ ابن مغیرہ شعبہ کو جواب دیا۔ میں اس مسئلے پر سوچوں گا۔

اس کے بعد اس نے تمام رات تذبذب کے علام میں گزاری اور صبح اٹھ کر جو فیصلہ کیا وہ اس کے ان اشعار سے ظاہر۔ اشعار کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

''خدا کی قسم میں نہیں جانتا اور میں حیران ہوں۔ میں اپنے معاملے میں دو خطروں کے موڑ پر کھڑا حیرا اور سرگرداں ہوں۔ کیا میں سلطنت رے کو چھوڑ دوں جب کہ وہ میری آرزو ہے؟ یا حسینؑ کو قتل کر کے شقی ہو جاؤں جب کہ حسینؑ میرے ابن عم ہیں؟

حوادث بہت سنگین ہیں۔اپنی جان کی قسم ''رے'' کی حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے حکومت ''رے'' کا سودا نقد ہے جب کہ حسینؑ کے ساتھ دینے کا اجر ادھار۔کون عاقل نقد کو چھوڑ کر ادھار کا سودا کرے گا؟ خدا میرے گناہوں کو بخش دے گا چاہے میں پورے جن وانس کے گناہوں کو لے کر اس کے روبرو جاؤں۔لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے جنت وجہنم پیدا کی ہے۔اور قیامت میں مجرموں کیلئے طوق وزنجیر ہیں۔اگر لوگ سچ کہتے ہیں تو میں مرنے سے دو سال پہلے خدا سے توبہ کرلوں گا اور اگر یہ جھوٹ ہے تو دنیا کی حکومت تو مجھے مل ہی گئی۔

امعالی السبطین جلد اول صفحہ ۳۰۱/۳۰۲

آپ نے دیکھا جب انسان کی عقل پر حرص، لالچ اور طمع کا غلبہ چھا جائے تو وہ آئمہ معصومین علیہم کی معرفت رکھتے ہوئے بھی زہر یا تلوار سے شہید کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا جیسے لالچ کی بناء پر امام حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے زہر دے دیا اسی طرح عمر ابن سعد نے حکومت رے کے لالچ میں رسول اللہ ﷺ کا گھرانہ اجاڑ دیا۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ حرص ولالچ اور طمع نکال باہر پھینکیں۔اگر یہ حرص اور لالچ بڑھ جائے تو وہ چند سکوں کی خاطر وقت کے یزیدیوں کا ساتھ دیتے ہوئے بھی مظلوموں اور مومنین کرام پر ظلم وستم اور قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

ہمارا گریہ وماتم۔۔۔ان مظلوم عوام کیلئے جو حکومت کی غلط معاشی پالیسیوں کی وجہ سے مظلوم عوام غربت کی آگ میں جل رہے ہیں۔

جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے۔

☆ قوم کے اندھے، بہرے اور غریب کسان شہروں میں لاوارث بن گئے ہیں لیکن ان کی حالت زار پر کوئی رحم نہیں کرتا۔

☆ کمزوروں اور محتاجوں کے حقوق کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔

☆ بیت المال میں موجود عوام کی دولت، عوام کی معاشی مشکلات دور کرنے میں صرف ہونی چاہیئے۔

☆ عوام کے خزانے اور مسلمانوں کے مال و دولت کو (حکمرانوں) نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔

☆ ملک ایسے ظالموں کے ہاتھوں میں ہے جن کا کام صرف لوٹ کھسوٹ کرنا ہے۔

تحف العقول

امام حسین علیہ السلام نے امت مسلمہ کی معاشرتی مشکلات حل کرنے اور اسلامی معاشی ومعاشرتی عدل کو رائج کرنے کیلئے میدان میں نکلے تھے۔

آپ سوچیئے کہ۔۔۔۔کیا آپ کے دور میں بھی ایسے حالات ہیں؟

تو آیئے دین اسلام اور دنیا کے مظلوموں کی خاطر محمدیؐ، علوی اور حسینی کردار کو مشعل راہ بنائیں۔

ہمارا گریہ و ماتم۔۔۔۔ان افراد کے احتجاج میں ہے جو انسانی حقوق کا نعرہ بلند کرتے ہوئے انسانیت کا خون بہا رہے ہیں۔

جیسا کہ ارشاداتِ حضرت امام حسینؑ ہیں۔

☆ تمام سلطنتِ اسلامی ان کے دستِ تصرف میں ہے امت مسلمہ ان کی غلام ہو کر رہ گئی ہے اور اپنے حقوق کی حفاظت سے قاصر ہے اس ظالم و سرکش گروہ کی دستبرد سے کوئی کمزور اور غریب انسان محفوظ نہیں وہ مالکِ کائنات خدائے عز و جل اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

تحف العقول صہ ۲۳۷

☆ انہیں لوگوں کی اصلاح اور فلاح و بہود سے کوئی غرض نہیں ہے۔

☆ وہ خدا کے بندوں کے ساتھ ظالمانہ و جابرانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

تحف العقول

اقوام متحدہ ادارہ اور امریکہ ایسا ملک ہے جس کے بارے میں حضرت امام حسینؑ کے ارشادات بالکل فٹ بیٹھے ہیں۔

ہمارا گریہ ماتم ۔۔۔۔ ان لوون کے احتجاج میں ہے جو مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی خاطر عوام الناس میں لسانی، علاقائی، مذہبی نفرتیں پھیلا رہے ہیں، قتل و غارت کرکے اپنے آقاؤں کی خوشنودی کا حصول چاہتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے:

''جو لوگ بھی بندگان خدا پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں۔ان لوگوں کے خلاف آواز بلند کرنا ہر شخص کا فریضہ ہے''۔

(سورۃ شوریٰ آیت ۴۲)

ارشادات حضرت علی علیہ السلام ہے۔

☆ شیطان تمہارے مستحکم اجتماعات میں تفرقہ کے ذریعہ فتنہ وفساد پیدا کر دیتا ہے۔

☆ تفرقہ اہل باطل شیوہ ہے بھلے وہ کتنے ہی زیادہ ہوں اور اتحاد و ہم آہنگی اہل حق کا طریقہ ہے اگر چہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔ (تجلیات حکمت صہ ۳۷۵)

☆ بہترین سیاست عدل ہے۔

☆ کمزوروں کو اپنے عدل سے مایوس نہ کرو۔

(تجلیات حکمت صہ ۳۱۸)

ارشادات فاطمہ زہرا علیہا السلام ہے:

خداوند عالم نے دلوں کو نزدیک کرنے کیلئے عدالت کو قرار دیا۔

یادرکھیں !! غیر عدل حکومتیں معاشرے میں فساد فی الارض پیدا کرتی ہیں جس کی وجہ سے عوام الناس کے دلوں میں نفرتیں اور دوریاں پیدا کرتی ہیں۔

عادل حکومتوں کی وجہ سے عوام الناس میں محبتیں قائم رہتی ہیں فتنہ وفساد کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور امن و امان قائم رہتا ہے مظلوم اور ظالم میں انصاف و دادخواہی کی حدود مقرر ہوتی ہیں اور زیردستوں کی زبردستیاں، سرکشوں کی سرکشیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

بہرحال قرآن کریم پیغمبروں کا ہدف اور مقصد، معاشرہ میں عدالت کا قیام بتلاتا ہے۔

یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔ (سورۃ الحدید آیت ۲۵)

جب انبیاء ایسا ہدف و مقصد رکھتے تھے تو ان کے وارث آئمہ معصومین علیہ السلام وہ ہی ہدف اور مقصد رکھتے ہیں جو لوگ اجتماعی عدالت کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے یقیناً انبیاء اور آئمہ ان کی مخالفت کرتے تھے۔

ہمارا گریہ و ماتم ۔۔۔۔۔ ان افراد کے احتجاج میں ہے جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے کفار بزرگوں کے خون کا انتقام میں صالحین افراد کو شریک کیا۔

جیسا کہ ابومحنف کہتے ہیں کہ جب حسینؑ خیام اہل بیتؑ سے آخری ملاقات کے بعد نکلے اور لشکر ابن سعد کے مقابل آئے تو آپؑ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''تم میرے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہو؟ کیا میں نے دین میں کوئی تخفیف کی ہے؟ کیا میں نے سنت پیغمبرصلى الله عليه وآله وسلم کے خلاف کوئی کام کیا ہے؟

تو لشکر کی طرف سے جواب ملا:

''ہم آپ سے اس لئے جنگ کرتے ہیں کہ آپؑ سے اپنے آباؤاجداد کا انتقام لیں کہ

جنہیں آپ کے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب نے قتل کیا تھا"

معالی السبطین جلد ۲ صہ ۱۲

ابن شہر آشوب اور بحار الانوار میں تحریر ہے کہ جب لشکر ابن سعد کے سپاہی ایک ایک کر کے امام مظلومؑ کیمقابل آ کر واصل جہنم ہوتے رہے تو لشکر میں سے کسی نے پکار کر کہا:
"وائے ہو تم پر! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم اس کے ساتھ جنگ کر رہے ہو کہ جو انزع البصلین اور عربوں کے قاتل علی ابن ابی طالب کا بیٹا ہے؟ اس پر اس طرح کبھی غلبہ نہ پا سکو گے جب تک اس پر ہر طرف سے مل کر حملہ نہ کرو"۔

مقتل حسین از عبدالرزاق مقرر صہ ۳۲

چنانچہ سب نے مل کر امام حسین علیہ السلام پر ہر طرف سے تیر و تیر اور پتھروں سے حملہ کیا۔ بہر حال یہاں جو نکتہ توجہ طلب ہے وہ یہ ہے کہ امام حسینؑ کو قتل کرنے کیلئے لوگوں کے جذبہ انتقام کو بھڑکایا گیا گویا وہ بدر و حنین میں قتل ہونے والے اپنے کافر و مشرک آباؤ اجداد کا انتقام علیؑ کے فرزند حسینؑ سے لینا چاہتے تھے جیسا کہ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ
"جب امام حسینؑ کا سر اقدس ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو سر حسینؑ سے کھیلتے ہوئے کہا کہ: "اے حسینؑ! یہ دن بدر کے دن کا انتقام میں ہے"۔

انصار حسین صہ ۳۶۴

مروان بن حکم نے جب سر حسینؑ کو دیکھا تو یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔
"میں نے اپنے بزرگوں کے خون کا بدلہ لے لیا۔ میرا قرض ادا ہو گیا اور میرے دل کا درد خون حسینؑ سے شفایاب ہو گیا"۔ مقتل حسین از عبدالرزاق مقرر صہ ۴۵۹

بہر حال وہ لوگ حسین ابن علی علیہ السلام سے بغض و کینہ اور دیرینہ عداوت و عناد کی وجہ سے

ان کے خون کے پیاسے تھے، آپ کو شہید کر کے تاریخ انسانیت کی پیشانی پر ایسا سیاہ داغ لگا دیا جو مٹائے نہ مٹ سکے گا۔

ہمارا گریہ و ماتم ۔۔۔۔۔ ان حکمرانوں کے احتجاج میں ہے جو کہ مقدس خواتین کو بے حجاب کر کے تعلیمت اسلام کا مزاق اڑاتے ہیں۔

یزیدیت نے رسول خداؐ کی مقدس نواسیوں اور خواتین کی چادریں چھین کر اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا ہے اور فعل حرام کو انجام دیا ہے۔

یاد رکھیں! حضرت امام حسین علیہ السلام کی جان سوز شہادت کی بعد یزیدی ٹولے نے وحشیانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رکھا تھا۔

اہل بیتؑ نبوت فاطمہؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے خیموں کو
غارت کرنے اور لوٹنے کیلئے چاروں طرف سے فوج بڑھی
وہ اس سلسلے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے خواتین
کے سروں پر چادریں چھین رہے تھے۔ رسولؐ زادیاں رو
رہی تھیں اروا پنے عزیزوں کی جدائی پر آنسو بہا رہی تھیں

راوی کہتا ہے کہ فوج یزید نے اہل حرم کو خیموں سے باہر نکال دیا اور ان میں آگ لگا دی، عورتیں سر و پا برہنہ خیموں سے نکلیں تو دشمنوں نے انہیں اسیر بنالیا۔

نفس المہوم صفحہ ۳۷۵۔۳۷۶

بحار الانوار جلد ۴۵ صفحہ ۵۸

ذرا سوچو کہ رسولؐ زادیوں کے پردے برچھیوں کی انی سے یزیدی فوج نے اتارے تھے۔ آپ کا پردہ۔۔۔۔ کس نے اتارا؟

بے پردگی یزیدی فعل ہے۔ اگر یہی فعل ہم انجام دیں تو؟
پھر ہمارے فعل اور یزیدی فعل میں کیا فرق ہوگا۔

کل کا یزید بھی بے پردگی چاہتا تھا اور آج کا یزید بھی یہی چاہتا ہے۔
کیا ہم بھی یہی چاہتے ہیں؟

جو چاہتے ہیں پھر۔۔۔۔ ہمارا گریہ و ماتم۔۔۔۔۔ ان مردوں اور عورتوں کے احتجاج میں ہے جو اسلام اور عشق حسینؑ کے دعوے دار ہیں مگر اپنے عورتوں کو بے پردہ کر کے بازاروں میں گھماتے پھراتے ہیں اور پھر رسولؐ زادیوں کی بے پردگی پر روتے ہیں!!!!
اگر بے پردگی تعلیمات اسلام کا مذاق ہے اور فعل حرام ہے تو پھر آپ بے پردہ ہو کر اسلام کا مذاق کیوں اڑاتی پھرتی ہیں اور فعل حرام یزیدی کیوں انجام دیتی ہیں؟؟؟
آپ تو محمدؐ، علویؑ، حسینیؑ اور زینبیؑ ہیں۔
یاد رکھیں!! عصر حاضر کا یزید بے پردگی کو آزادی نسواں کا نام دیکر اپنے معاشی، سیاسی مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ اور ہم باپردہ رہ کر ان کے عزائم کو خاکستر کر دیں گے اور مشن اسلام و زینبؑ کو کامیاب بنائیں گے۔
کل زینبؑ نے ہمارے پردے کی حفاظت کی تھی اور آج ہمیں بھی اپنے پردے کی حفاظت کر کے زینبؑ کی سنت ادا کرنی ہے یہی نجات ہے یہی سعادت ہے۔

تاریخ علم

علامات رنگ

سیاہ رنگ کا علم۔۔۔۔۔۔اس وقت دنیا جہاں میں بطور احتجاج وسوگ اور مظلوموں کی حمایت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

سرخ رنگ کا علم۔۔۔۔۔انقلاب لانے کی علامت ہے۔

انقلاب کے معنی تبدیل کے ہیں،تبدیلی دو اقسام کی ہوا کرتی ہے۔

اول۔۔۔منفی　　　　دوئم۔۔۔مثبت

منفی تبدیلی۔۔۔۔ جو قانون قرآن الحکیم سنت رسولؑ اور تعلیمات آئمہ معصومینؑ کے خلاف ہوں اسے منفی انقلاب کہتے ہیں۔

مثبت تبدیلی۔۔۔۔ جو قانون قرآن الحکیم سنت رسولؑ اور تعلیمات آئمہ معصومینؑ کے عین مطابق ہوں اسے مثبت انقلاب سمجھا جاتا ہے۔

پیلا رنگ کا علم۔۔۔ نفرت کی علامت سمجھا جاتا ہے

پیلا رنگ کا علم۔۔۔اہل حق کے ہاتھوں میں ہوتو یہ برائی۔ظلم و بت پرستی اور طاغوتی نظام سے نفرت کا اظہار کرتا ہے اس کو نفرت مثبت کہتے ہیں۔

پیلا رنگ کا علم۔۔۔اہل باطل کے ہاتھوں میں ہوتو یہ اچھائی،حق پرستی، خدا پرستی اور قانون الہیٰ سے نفرت کا اظہار کرتا ہے اس کو نفرت منفی کہتے ہیں۔

سفید رنگ کا علم۔۔۔امن کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

سبز رنگ کا علم۔۔۔خوشحالی کی علامت سمجھا جاتا ہے اسی طرح اور بھی رنگوں کی اپنی اپنی

علامات ہوا کرتی ہیں۔

آپ دیکھیں!!! کہ یہ سرخ، سیاہ، سفید، پیلا اور سبز رنگ والے علم معاشرے میں کسی قسم کی تبدیلی چاہتے ہیں مثبت یا منفی ان کے قول وفعل سے ظاہر ہوگا۔

عربی میں علم کی جگہ ''رایت'' اور لواء'' کی لفظ بھی استعمال کرتے ہیں لغوی اعتبار سے تینوں میں تھوڑا فرق ہے۔

ورایت اس پرچم کو کہتے ہیں جو بڑا ہو جو بڑا ہو اور زیرہ یا لکڑی پر لگایا جائے'' اور جس میں یہ خصوصیت نہ پائی جائے اس کو''لواء'' کہتے ہیں۔

مئورخین نے لغوین کی تعریف سے اختلاف کیا ہے، مورخین کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے رمضان 1 ہجری میں جناب حمزہؓ کو جو پرچم عنایت فرمایا تھا اور اسی سال مسلمانوں کیلئے جو پرچم ترتیب دیا تھا اس کا نام''رایت'' تھا۔

سیرۃ ابن ہشام درحاشیہ الروض جلد۲ صفحہ ۵۶

جنگ موتہ میں تین شخص یکے بعد دیگرے علمدار ہوئے

(۱) حضرت جعفر طیارؓ (۲) زید بن حارثہ (۳) عبداللہ بن رواحہ، یہ تینوں مجاہد اپنے فرائض کی ادائیگی میں شہید ہوئے۔

حضرت محمد ﷺ کے پرچوں ''علم'' کے رنگ بھی یکساں نہ رہے مختلف جنگوں میں علیحدہ علیحدہ رنگ استعمال کئے گئے۔

بدر میں حضرت علیؑ کے علم کا رنگ زرد تھا

بدر میں حضرت حمزہؓ کے علم کا رنگ سرخ تھا

احد وخیبر میں سفید تھا

واقعہ عین الوردہ میں خاکی

جس وقت بدر میں لشکر اسلام کی علمداری حضرت امیرؑ کو ملی تو فوج السلام کے حوصلے بلند ہو گئے مسلمانوں نے آپ کے علم زیر سایہ دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں حضرت علیؑ نے شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کیا اور مشرکین کی شوکت و حشمت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

جنگ احد میں حضرت ختمی مرتبتؐ نے مصلحت جنگ کے پیش نظر علمدار لشکر مصعب بن عمیر کو بنایا تا کہ ان کا قبیلہ ''بنی عبد الدار'' آپ کا زیادہ سے زیادہ طرفدار بن سکے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مشرکین احد کا پرچمدار بھی اس قبیلہ سے تھا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرتؐ کے علمدار مصعب نے حق علمداری ادا کر دیا آخر وقت تک علم کی حفاظت کرتے رہے جب دونوں ہاتھ قلم ہوئے تو سینہ سے علم کو گرنے سے روکے رہے لیکن جس وقت دشمن نے پشت پر نیزہ مارا اور زمین پر گرے تو علم زمین پر گرا جناب مصعب کی شہادت کے بعد آنحضرتؐ نے علم فوج حقیقی مستحق جناب امیر المومنین حضرت علیؑ کے حوالے فرمایا:

اسی طرح جنگ خیبر میں جب پے در پے دو روز دو جانے والوں کے ذریعہ شکست ہوئی تو مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے اور یہودیوں کے حوصلے بلند لہٰذا آنحضرتؐ نے اس وقت فرمایا:

میں کل علم اس کو دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہونگے جب تک فتح نہ پائے واپس نہیں ہوگا۔

اس بیان سے ہزاروں گردنیں مجمع میں بلند رہیں تا کہ پیغمبرؐ کی نظرا گر ان پر نہ پڑی ہو تو اب پڑ جائے لیکن سب کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں جب آنحضرتؐ نے علم کو اس کے حقیقی حقدار و وارث، امیر المومنین حضرت علیؑ کو مرحمت فرمایا:

اسلامی جنگوں میں علم صرف اور صرف حضرت علیؑ کے ہاتھوں میں رہا کوئی جنگ ایسی نہیں ہے جس میں آپ کی شرکت نہ رہی ہو صرف ایک تبوک ہے جس میں آپ نے شرکت نہیں کی شاید عدم شرکت کی وجہ یہ رہی ہو کہ اس میں خون خرابا نہیں تھا ورنہ اگر کہیں قتل وغارت ہوتی تو حضرت ختمی مرتبؐ قطعاً آپ کو مدینہ میں نہ چھوڑتے۔

صواعق محرقہ صفحہ ۲۰۷

لیکن افسوس یہ علم جس نے اسلام کو سر کو اونچا کر دیا تھا پچیس سال تک اس کا پھریرا لپٹا رہا پہلی جنگ بار جنگ جمل میں آپؑ کے نور نظر محمد بن حنفیہ کو یہ علم ملا تو انہوں نے کہا یہ رسول اکرمؐ کا علم ہے جو آج تک سرنگوں نہیں ہوا ہے۔

محمد حنفیہؒ جنگ نہروان میں علم دار لشکر رہے اور اس جنگ میں بھی آپ نے اپنے فریضہ کو خوب اچھی طرح انجام دیا۔

دشت نینوا میں حضرت عباسؑ کے انتخاب کی صرف وجہ یہ تھی کہ امام حسینؑ کیلئے آپ دوسروں کی بہ نسبت وفادار ترین فرد تھے آپ میں اوروں کے مقابلے میں علمداری کی لیاقت وصلاحیت زیادہ تھی فلسفہ انقلاب حسینی کے اصول واساس سے بہت زیادہ واقف تھے اور لوگوں کو شہادت کی حقیقت سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ آشنا کر سکتے تھے۔ حضرت عباسؑ میں لشکر کو متحد کرنے اور ان کے حقوق کی نگرانی کی بھی بے پناہ قوت تھی جنگ کے نشیب وفراز میں آپ انہیں ثابت قدم رکھ سکتے تھے۔

قمر بنی ہاشم کربلا کے خونین معرکہ میں امام حسینؑ کے نظریات کے سچے اور ثابت قدم مطمئین حامی تھے مختصراً یہ کہ حضرت امام حسینؑ کے جو اصحاب تھے وہ اپنے خون میں غلطاں ایک زار کربلا پر سو چکے تھے۔ اہل حرام کی آواز العطش العطش سنی تو یہ وہ موقع تھا جب حضرت عباسؑ سے نہ رہا گیا ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح امام حسینؑ کی خدمت میں

پہنچے اور حضرتؑ سے اجازت جہاد چاہی اب امام حسینؑ کے لئے کوئی چارا نہ تھا حالات نہ گزیر ہیں، عباسؑ منزل شہادت کی طرف چل پڑے ہیں امام حسینؑ نے غازی سے پھر کہا عباس تم میرے علمدار ہو ذرا بچوں کیلئے پانی کی سبیل کرو۔

غازی عباسؑ علمدار دریا کی طرف چل پڑے اور فوج یزید کے متعین پہرا داروں کو تتر بتر کر دیا فرات میں پہنچ کر مشک کو پانی سے بھرا اور خیمہ کی طرف پانی لے جا تے ہوئے حکیم بن طفیل ملعون نے چھپ کر حملہ کیا داہنا ہاتھ قلم ہو گیا حضرت عباسؑ نے بائیں ہاتھ میں تلوار لی اور دشمن پر حملہ آور ہوئے اس وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے میرا داہنا ہاتھ قلم کر دیا ہے تو
میں اس کے باوجود اپنے دین کی حمایت کر تا رہوں گا
~~میں اپنی اس حالت کے باوجود امام حسینؑ کی نصرت کرتا رہوں گا~~
جو مرحلہ یقین پر فائز ہے جو طاہر و امین نبیؐ کا نور نظر ہے۔

ہاتھ کے قلم ہو جانے کے باوجود حضرتؑ بہت تیزی سے حرم کی طرف بڑھتے جا رہے تھے حکیم بن طفیل نے درخت خرمہ کے پیچھے سے چھپ کر دوبارہ حضرت پر حملہ کیا اور بایاں ہاتھ بھی قلم ہو گیا۔

اس بے چارگی کے عالم میں علمدارؑ نے علم کو گرنے نہ دیا سینے کے سہارے علم کو بلند کئے رہے دشمن کی جراتیں بڑھ چکی تھی ہر طرف سے گھیر لیا لیکن اس کے باوجود دشمن میں قریب آنے کی ہمت نہ تھی تیروں کی بارش شروع کر دی ایک تیر مشکیزہ پر لگا پانی بہہ گیا ایک تیر حضرت کے سینہ اطہر اور ایک تیر آنکھ میں پیوست ہوا اسی حالت میں ایک شقی نے ایک گرز رگواں سر اقدس پر مارا آ رزوئے اہل حرم زمین پر آیا خون سے پیکر نازنین غرق تھا ایک نحیف آواز فضائے کربلا میں بلند ہوئے۔

آ قا حسینؑ آپ پر میرا سلام آخر ہو

تظلم الزہراؑ صفحہ نمبر ۱۱۰

اے پرچم عباسؑ اٹھانے والو!! علم کو پکڑتے ہوئے یہ عہد کریں کہ:

اے عباس علمدارؑ جس مقصد کیلئے حسین ابن علیؑ اور آپؑ نے قربانی دی ایسی مقصد کیلئے ہم جدوجہد کرتے ہوئے قربانی دینے کیلئے تیار ہیں اور یہ پرچم اسلام (عباسؑ کو بلند رکھیں گے)۔

سیاہ علم کیوں لہراتے ہیں

یہ سیاہ علم لگانے کا مقصد آدم تا دور حاضر کے ظالموں کے خلاف مظلوموں کی حمایت میں اس وقت تک بلند کرتے رہیں گے جب تک دنیا میں عدل وانصاف کی حکومت قائم نہیں ہو جاتی اور مظلوم طبقہ خوشحال اور پرامن زندگی بسر نہیں کر لیتا اس وقت تک مظلوموں کی حمایت میں سیاہ علم فضاء میں لہراتے رہیں گے۔

حسین ابن علیؑ نے دین اسلام کی بقاء مظلوموں، مزدوروں، کسانوں اور غریبوں وغیرہ کی خاطر اپنی جان ومال، خاندان، دوست واحباب سب کچھ قربان کر دیئے۔ اسی وجہ سے دنیا کے مظلوموں کیلئے حسین ابن علیؑ مشعلِ راہ بن گئے۔

حضرت عباسؑ علمدار احکام اسلام اور مظلوموں کی خاطر ظالموں کے خلاف علم بلند کرتے ہوئے اپنے دونوں بازو قلم کروا کے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اسی وجہ سے آپ علمدار کہلائے۔

یہ سیاہ علم کس کا ہے

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔حسینیت کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔امن پسندوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔جوش ایمان والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔صداقت وشجاعت والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔مظلوموں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔غریب کسانوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔حریت پسندوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔وفاداروں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔عدل وآزادی کا نظام قائم کرنے والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔لوگوں کو ظلم کے چنگل سے آزادی دلوانے والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔ظالموں اور جابروں کے نظام کو ڈھانے والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔دین پر مٹنے واالوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔فاسق وفاجر کو ووٹ نہ دینے والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔طاغوتی طاقتوں کے حیلہ ومکر کو عیاں کرنے والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔سیہ کار پلید لوگوں کی مخالفت کرنے والوں کا علم ہے۔

☆ یہ علم ۔۔۔۔۔اسلام اور اسلامی اصولوں کو زندہ کرنے والوں کا علم ہے۔

یہ علم کیا چاہتا ہے؟

☆ یہ علم۔۔۔۔۔غریب عوام کی خوشحالی چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔مزدوروں کے حقوق کی بحالی چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔انفرادی واجتماعی برائیوں کا خاتمہ چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔صالح معاشرے کا قیام چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔عدل وانصاف کی حکومت چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔امت مسلمہ میں انتشار وافتراق ختم کرکے اتحاد واتفاق چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔دین میں داخل کئے جانے والے انحراف اور خرافات کا خاتمہ چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔صالح افراد جو احکام خداوندی کا پورا علم رکھتے ہوں اور حلال وحرام سے اچھی طرح واقف ہوں انکی حکومت چاہتا ہے۔
☆ یہ علم۔۔۔۔۔اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون چاہتا ہے۔

اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان دونوں میں کس راستے کو اختیار کرتے ہیں انسانیت کے سیدھے راستے کو جو مظلوموں کا ہمدرد ہے یا فاسق وفاجر اور ظالم جو انسانیت کا دشمن ہے۔ اگر آپ مظلوموں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں تو آیئے متحد ہو کر ظالم کا خاتمہ کرتے ہوئے قرآنی، مصطفویﷺ، علویؑ، حسینی نظام کیلئے جدوجہد کرتے ہوئے پرچم اسلام (یعنی پرچم عباسؑ) کو سربلند رکھیں۔ ظالم اور فاسق وفاجر اس علم سے خوف زدہ ہیں کیونکہ وہ طاغوتی نظام کے حامی ہیں وہ امت اسلامیہ میں انتشار وافتراق کی فضاء پیدا کر کے یہودی یزیدی مفادات کا حصول چاہتے ہیں۔ آپ متحد ہوکر ان کے زہریلے مقصد کو خاک میں ملا دیں۔

بے بصیرت لوگ

ربیع بن خشیم معروف بہ خواجہ ربیع امیر المومنین حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ان کا شمار ''زھاد ثمانیہ'' دنیا کے آٹھ زاہدوں میں ہوتا ہے۔

ربیع زہد وعبادت میں اس حد آگے بڑھا کہ اپنی عمر کے آخری دور میں اس ن ایک قبر تیار کی،وہ گاہے بگاہے اس میں جا کر لیٹ جاتا اور اپنے آپ کو وعظ کرتے ہوئے کہتا:اے ربیع!یہ نہ بھولنا کہ آخر کار تجھے اسی جگہ آنا ہے۔

وہ کبھی کبھی ذکرِ خدا کے سوا کوئی بات منہ سے نہ نکالتا۔ہاں صرف ایک مرتہ ذکر ودعا کے سوا ایک جملہ اس سے سنا گیا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اسے اطلاع ملی کہ ایک گروہ نے فرزندِ ابن علیؑ کو شہید کر دیا ہے۔لہٰذا اس حادثے پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے اس نے ایک جملہ کہا جس کا مضمون یہ ہے کہ:وائے ہو اس امت پر جس نے اپنے پیغمبرؐ کے فرزند کو شہید کیا۔

کہتے ہیں کہ بعد میں اس نے اپنے کلام پر استغفار طلب کی اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ کلام ذکرِ خدا میں سے نہ تھا۔ اس شخص نے اپنی عمر کے بیس برس مسلسل عبادت میں بسر کیے اور ایک لفظ بھی ایسا زبان پر نہ لایا جسے لوگ اصطلاحاً دنیا کی بات کہتے ہیں۔حالانکہ اس دوران اس کے سامنے تین امام،امام علیؑ ،امام حسنؑ اور امام حسینؑ شہید ہوئے۔ ربیع حضرت علیؑ کے زمانے میں آنجناب کے لشکر میں شامل تھا۔ ایک روز امام کی خدمت میں آیا اور عرض کی:اے امیر المومنینؑ مجھے اس جنگ کے بارے میں شک ہے۔مجھے جنگ کے غیر شرعی ہونے کا خوف ہے۔

امام نے فرمایا: کیوں؟
کہا: کیونکہ اہم اہل قبلہ سے جنگ کررہے ہیں، ایسے لگوں سے برسر پیکار ہیں جو ہماری طرح کلمہ پڑھتے ہیں، ہماری ہی مانند نماز ادا کرتے ہیں۔
کیونکہ ربیع اپنے آپ کو شیعہ سمجھتا تھا اور کھلم کھلا حضرت علیؑ سے علحید گی اختیار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے کہا: اے امیر المومنینؑ آپ سے میری استدعا ہے کہ آپؑ مجھے کسی ایسے کام پر لگایئے کہ جس میں مجھے شک وشبہ نہ ہو۔ مجھے کسی ایسی جگہ اور ایسی ذمہ داری پر بھیجئے جس میں میں تردو کا شکار نہ ہوں۔
حضرت علیؑ نے اس کی درخواست قبول کی اور اسے ایک سرحد پر بھیج دیا کہ اگر وہاں جنگ ہو تو اس کے مقابل کفار و مشرکین اور غیر مسلم ہوں!!!
یہ ان زاہدوں عابدوں کی ایک مثال تھی جو اس زمانے میں پائے جاتے تھے۔ بتایئے اس زاہد اور عبادت کی کیا اہمیت ہے، کیا قیمت ہے؟؟؟ ایسے زاہد کی کوئی بھی قیمت نہیں؟ ایک ایسا شخص جو حضرت علیؑ جیسے انسان کی رکاب میں ہو لیکن جو راہ حضرت علیؑ دکھائی اور جو فرمان جہاد علیؑ دیں اس کے بارے میں شک کرے، احتیاط پر عمل کرے!!!
اسلام بصیرت اور عمل کو ساتھ ساتھ چاہتا ہے۔ یہ شخص (خواجہ ربیع) بے بصیرت تھا۔ جب کوئی شخص معاویہ اور یزید کے ظلم وستم اور جرائم کو دیکھے اور گوشہ نشینی اختیار کرے، شب وروز نماز و ذکر خدا میں بسر کرے اور اس ایک جملہ پر استغفار کرے جو فرزندِ رسول ﷺ کی شہادت پر تاسف کے اظہار کے طور پر اس کے منہ سے نکلا تھا۔ تو یہ بات اسلامی تعلیمات سے سازگار نہیں ہمیشہ "**الجاهل مفرط او مفرط**" جاہل یا تو افراطی ہوتا ہے تفریطی، یا تو صرف اور صرف ذکر و دعا اور عبادت پر اکتفا کرتا ہے اور اسلام کے سیاسی اور اجتماعی پہلو کو ترک کر دیتا ہے یا اس کے برخلاف عبادات اور دین معنوی پہلو کو پس پشت ڈال کر اس کے سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی پہلو میں مشغول رہتا ہے اور یہ دونوں رویے درست نہیں۔

حکایات وہدایات

عشق حسینؑ مٹائے نہ مٹے

عباسی خلیفہ متوکل کے دربار میں ایک کنیز ہوا کرتی تھی۔ایک روز متوکل نے کسی کام کے سلسلے میں اسے طلب کیا تو پتا چلا وہ نہیں ہے۔اس نے پوچھا: کہاں ہے؟ جواب دیا گیا: شہر سے باہر کہیں سفر پر گئی ہوئی ہے۔

کچھ عرصہ بعد وہ کنیز سفر سے واپس آئی تو متوکل نے اس سے دریافت کیا: تم کہاں گئی ہوئی تھیں؟

کنیز نے جواب دیا: میں مکہ مکرمہ گئی تھی۔

متوکل بولا: یہ مکہ جانے کا کونسا زمانہ تھا؟ نہ ہی ذی الحج ہے کہ حج کے قصد سے وہاں گئی ہو، نہ ہی رجب اور جب لوگ عمرے کی غرض سے مکہ جاتے ہیں۔پس صحیح صحیح بتاؤ تم کہاں گئی تھیں۔

آخر کار متوکل کو پتا چل گیا کہ یہ عورت امام حسینؑ کی زیارت کیلئے گئی تھی۔

یہ جاننے کے بعد وہ چراغ پا ہو گیا اس کا سینہ جلنے لگا وہ جان گیا کہ نام حسینؑ کو یوں نہیں مٹایا جا سکتا۔

جب دشمن نے دیکھا کہ حسینؑ، کربلا اور عاشورا کی یاد کو لوگوں کے ذہنوں سے محو نہیں کیا جا سکتا، تو اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور وہ طریقہ لوگوں کو امام حسینؑ کی تحریک اور آپ علیہ السلام کی شہادت کے مقصد اور ہدف کے بارے میں گمراہ کرنا تھا۔ لہٰذا محبان حسینؑ کے درمیان بھی وہی بات مشہور کی گئی جو عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہتے ہیں اور کہا گیا کہ حسینؑ ابن علیؑ امت کے گناہوں کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھانے کیلئے قتل ہوئے۔

(استاد مرتضیٰ مطہریؒ۔حماسہ حسینیؑ۔ج ا،ص ۱۰۹،۱۱۰)

گمراہ عزادار

آیت اللہ بروجردوی رضوان اللہ علیہ کی مرجعیت کے ابتدائی برس تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آقائی، بروجروی کو غیر معمولی اثر نفوذ حاصل تھا۔ آقا کو بتایا گیا کہ قم میں عزاداری میں بعض غلط رسول رائج ہو رہی ہیں۔

آپ نے تمام انجمنوں کے سربراہوں کو اپنے گھر مدعو کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو ان سے سوال کیا کہ آپ لوگ کس کی تقلید کرتے ہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہم آپ کے مقلد ہیں۔

یہ سن کر آقائی بروجردی نے کہا: اگر آپ لوگ میرے مقلد ہیں تو سن لیجئے کہ عزاداری میں جن غلط رسول کو آپ نے رائج کیا ہے اس کے بارے میں میرا فتویٰ یہ ہے کہ یہ رسمیں حرام ہیں۔ یہ سن کر انجمنوں کے سربراہوں نے جسارت کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا کہ جناب عالی! ہم سارے سال تو آپ کے مقلد ہیں، آپ کے فتاوی ے کی پیروی کرتے ہیں لیکن ان تین چار روز کیلئے ہمیں آزاد چھوڑ دیجئے، ہم ان ایام میں کسی صورت بھی آپ کی تقلید نہیں کریں گے۔

یہ کہہ کر یہ لوگ اٹھے اور اپنے مرجع تقلید کی بات کو اہمیت دیئے بغیر چلے گئے۔

جی ہاں! ان لوگوں کا یہی عمل اس بات کا عکاسی ہے کہ عزاداری منانے سے ان کا مقصد امام حسینؑ کے مشن کو تقویت پہنچانا نہیں، اسلام کی سربلندی نہیں بلکہ عزاداری ان کے لئے ایک مشغلہ کی حیثیت رکھتی ہے، ان کیلئے لذت اندوزی کا ذریعہ ہے۔

(استاد مرتضیٰ مطہری۔ حماسہ حسینیؑ۔ ج ا۔ ص ۱۵۸)

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان